حق چار یار	بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	خلافت راشدہ
نومبر ۲۰۲۴ء	وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝	شمارہ نمبر ۳۰

مجلہ پشاور

راہ ھدایت

• مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث	• فاضل بریلوی نے المہند کارد کیوں نہ لکھا؟
• بزرگوں کا مختلف مقامات پر نظر آنا اور مدد کرنا	• مماتیت ایک نظر میں
• فتاویٰ رشیدیہ کی ایک عبارت پر اعتراض کا علمی و تحقیقی جواب	

مدیر اعلیٰ

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

جناب طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانان احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد | یا اللہ مدد | عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کے افکار و نظریات کا امین

مجلّہ راہ ھدایت پشاور

نوٹ: مجلّہ راہِ ہدایت کے تمام شمارے صرف PDF کی صورت میں دستیاب ہیں!

مفتی رب نواز، مدیر اعلی مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ (قسط:۱۰)

مسئلہ تین طلاق پر مدلل و مفصل بحث

باب: ۱۳

غیر مقلدین کی طرف سے
افراد امت سے ہم نوائی کے دعوی کی حقیقت

مسئلہ تین طلاق پہ لکھی گئی غیر مقلدین کی تحریروں اور کتابوں میں افراد اُمت میں سے متعدد حضرات کو اپنا ہم نوا باور کرایا گیا ہے۔ یہاں اُن کے اس دعوے کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ کا چیلنج

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" ہم حافظ ابن القیم اور ان کے اتباع سے ان کے پیش کردہ اصول کے مطابق یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بجائے بیس نفوس کے، دس نفوس سے اور بجائے دس نفوس کے پانچ نفوس سے باحوالہ کسی صحیح صریح اور متصل روایت سے ثابت کریں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہے اور اس کے لیے قرن اسرافیل علیہ السلام تک مہلت ہے دیدہ باید۔ "

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۱۱۸)

حکیم محمد صفدر عثمانی غیر مقلد اِس پہ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" اس میں قرن اسرافیل تک مہلت دینا ان کی فیاضی ہے کیوں کہ اس وقت تک تو موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا... البتہ موصوف سماع موتی کے قائل ہیں ان کے عقیدہ کے مطابق ان کو سنانا ممکن ہو سکتا ہے (انا اللہ) ویسے ایک بات ہے یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی، کیا کوئی غیر متصل بھی صحیح ہوتی ہے؟۔ "

(احسن الابحاث صفحہ ۷۶)

الجواب:

(۱)...... حکیم صاحب خود مان چکے کہ قرن اسرافیل تک مہلت دینا ان کی فیاضی ہے۔ اس طرح فیاضی کا مظاہرہ تب کیا جاتا ہے جب خود کو کامل یقین ہو کہ اس چیلنج کو نہیں توڑا جاسکتا۔ حکیم صاحب بھی صحابہ کرام سے تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت نہیں کر سکے۔ حکیم صاحب نے اِدھر وادُھر کی باتوں میں وقت گزار لیا مگر مرکزی و مقصودی چیز / چیلنج کا جواب نہیں دیا۔ بس اتنا کر پائے کہ صحابہ کرام کے متعلق عمدۃ القاری اور عمدۃ الرعایۃ کے حوالے دے چھوڑے۔ ہم اس کے جواب میں شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی درج ذیل عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

”جس شخص کا جو قول بھی پیش کیا جائے اس کا صحیح و ثابت ہونا ضروری ہے۔ صرف یہ کافی نہیں کہ فلاں کتاب مثلاً: تہذیب الکمال، میزان الاعتدال یا تہذیب التہذیب وغیرہ میں لکھا ہوا ہے، بلکہ اس کے ثبوت کے بعد ہی اسے بطور جزم پیش کرنا چاہیے۔“

(اشاعۃ الحدیث حضرو، اشاعت خاص بیاد حافظ زبیر علی زئی صفحہ ۱۱۵، طبع مکتبہ اسلامیہ)

(۲)...... حکیم صاحب کہتے ہیں: ”موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا۔“

عرض ہے کہ:

(ا) موصوف خود مان چکے: یہ فیاضی ہے۔

(ب) تب جو اہل سنت موجود ہوں گے، وہ دیکھ لیں گے۔

(ج) غیر مقلدین بھی اس طرح کی بات لکھ دیا کرتے ہیں مثلاً مولانا محمد داود ارشد لکھتے ہیں:

”تجربہ کر کے دیکھئے، قیامت تک مہلت ہے۔“

(حدیث اور اہلِ تقلید: ۲/ ۶۶۰، ۶۵۹... ناشر: مکتبہ اہلِ حدیث)

لہذا حکیم صاحب کو اپنا کلام: ”موصوف دنیا کو خیر باد کہہ چکے ہوں گے اور پھر ان کو کون دکھائے گا۔“ مولانا داود ارشد کی خدمت میں پیش کرنا چاہیے۔

(۳)...... رہا مسئلہ سماع موتی! تو گزارش ہے کہ یہ کوئی بے بنیاد نظریہ نہیں بلکہ بخاری وغیرہ کی حدیثوں سے ثابت ہے۔ اور یہ نظریہ صرف علمائے اہل سنت دیوبند کا نہیں بلکہ غیر مقلدین کا بھی ہے بلکہ امام آلِ غیر مقلدیت

وحید الزمان نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جو سماع موتی کا منکر ہے وہ اہلِ حدیث نہیں، معتزلی ہے۔ بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ممکن ہے مردے سلام کا جواب دیں۔ ملاحظہ ہو:

''تَسْمَعُ الْمَوْتٰی فِی الْقُبُوْرِ سَلَامَ الزَّائِرِیْنَ وَکَلَامَھُمْ وَیَعْرِفُوْنَ مَنْ یُّسَلِّمُ عَلَیْھِمْ وَمَنْ یَّدْعُوْا لَھُمْ وَیَسْتَأْنِسُوْنَ فِیْمَا بَیْنَھُمْ وَنَاسٌ مِّنْھُمْ یُصَلُّوْنَ وَیَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ وَیَتَزَاوَرُوْنَ وَیَتَلَاقُوْنَ وَیَتَنَعَّمُوْنَ وَیَلْبَسُوْنَ وَیَاْکُلُوْنَ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَیَشْرَبُوْنَ مِنْ مِیَاھِھَا وَیَعْلَمُوْنَ بِاَحْوَالِ زَائِرِیْھِمْ وَیَرُدُّوْنَ سَلَامَھُمْ وَیَرَوْنَ اَشْخَاصَھُمْ اِلَّا اَنَّھُمْ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّسْمِعُوْا اَصْوَاتَھُمْ اَوْ یُرُوْا اَشْخَاصَھُمْ لِلْاَحْیَاءِ کُلَّمَا شَآءُوْا وَرُبَّمَا یُرِیْھِمُ اللّٰہُ لِبَعْضِ الْاَحْیَاءِ وَیُسْمِعُھُمْ کَلَامَھُمْ۔''

(ھدیة المھدی من الفقه المحمدی صفحہ ۵۹)

ترجمہ: قبروں میں مردے زیارت کرنے والوں کا سلام اور ان کا سلام سنتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور آپس میں مانوس ہوتے ہیں۔ اُن مُردوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو جو نماز ادا کرتے ہیں اور قرآن پڑھتے ہیں، ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں، الفت سے پیش آتے ہیں نعمتوں میں رہتے ہیں اور پہنتے ہیں، جنت کے پھل کھاتے ہیں اور اس کا پانی پیتے ہیں۔ اپنی زیارت کرنے والوں کے حالات جانتے ہیں اور انہیں سلام کا جواب دیتے ہیں۔ ان کی شخصیت کو جانتے ہیں البتہ وہ زندوں کو اپنی آواز سنانے اور اپنی شخصیت دکھانے پر قادر نہیں۔ بسا اوقات اللہ بعض زندوں کو مُردے دکھا اور اُن کا کلام سنوا دیتا ہے۔

علامہ وحید الزمان کو رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے جگہ جگہ ''امام اہلِ حدیث'' لکھا ہے۔ (سلفی تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۴۵ وغیرہ)

علامہ وحید الزمان کے مسلک پر غیر مقلدین کے درجنوں حوالہ جات بندہ کی کتاب ''زبیر علی زئی کا تعاقب'' میں موجود ہیں۔

علامہ صاحب آگے لکھتے ہیں:

''قَدْ خَالَفَنَا فِیْ سِمَاعِ الْمَوْتٰی الْمُعْتَزِلَةُ ... وَبَعْضُ الْمُنْتَحِلِیْنَ مِمَّنْ سَمّٰی بِاَھْلِ الْحَدِیْثِ

نَفْسَهٗ وَلَيْسَ مِنْ اَهْلِ الْحَدِيْثِ۔"

ترجمہ: سماع موتی کی بابت ہم سے معتزلہ نے اور بعض نام نہاد خود کو اہلِ حدیث کہنے والوں نے اختلاف کیا۔ حالاں کہ وہ اہلِ حدیث نہیں۔

(ھدیۃ المھدی من الفقہ المحمدی صفحہ ٦٠)

سماع موتی کے متعلق اس طرح کے مزید حوالہ جات بندہ کی کتاب "فضائل اعمال کا عادلانہ دفاع" جلد اول میں دیکھ سکتے ہیں۔ حکیم صاحب وغیرہ آلِ غیر مقلدیت مسئلہ تین طلاق میں حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ سماع موتی اور حیات قبر کے متعلق اُن کی کتاب "کتاب الروح" کو پڑھ لیں، آنکھیں کھل جائیں گی ان شاء اللہ۔

(۴)...... حکیم صاحب نے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ للہ کے متعلق لکھا:

"یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی کیا کوئی غیر متصل صحیح بھی ہوتی ہے؟۔"

(احسن الابحاث صفحہ ٧٦)

عرض ہے کہ صحیح کے بعد متصل کا لفظ تاکید کے لیے ہے۔ ہر زبان میں اس کی مثالیں مل جاتی ہیں کہ بعد والا لفظ کبھی پہلے لفظ کی تاکید ہوا کرتا ہے۔ حکیم صاحب نے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ پر تو طنز کر دیا مگر یہ خیال نہیں کیا کہ اس طرح کی بات کئی نامی گرامی غیر مقلدین نے بھی لکھی ہوئی ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس حدیث کی سند صحیح اور متصل ہے۔"

(مشکوۃ مترجم: ٢/ ٢٩٦)

غیر مقلدین کی کتاب میں لکھا ہے:

"مولوی صاحب کو کوئی ایسی صریح، صحیح، مرفوع متصل حدیث پیش کرنی چاہیے۔"

(تذکرۃ المناظرین حصہ اول صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

حافظ عبد القادر روپڑی غیر مقلد نے دَوران مناظرہ بریلوی مناظر سے کہا:

"آپ نے ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع، متصل غیر مجروح حدیث رسول ... پیش نہیں کی۔"

(تذکرۃ المناظرین حصہ دوم صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

اس عبارت میں "صحیح" کے بعد "متصل" ہے اور "غیر مجروح" بھی۔ حکیم صاحب کی ذہنیت کا کوئی بندہ یہاں بھی بول اُٹھے گا کہ صحیح کے بعد متصل کیوں کہا اور پھر صحیح مان لینے کے بعد غیر مجروح لکھنے کی کیا تُک ہے!؟

عبد القادر روپڑی نے آگے کہا:

"کسی صحیح، مرفوع، متصل حدیث سے ثابت کر دیں۔"

(تذکرۃ المناظرین حصہ دوم صفحہ ۴۹۰، مرتب مولانا محمد مقتدیٰ اثری عمری، اہتمام: دار البوادر لاہور، سن اشاعت: ۲۰۰۷ء)

شیخ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حدیث کا صحیح مرفوع اور متصل ہونا ضروری ہے۔"

(تفسیری حواشی صفحہ ۳۱۱)

علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد نے یوسف صاحب کی مذکورہ عبارت اپنی کتاب "عظمت حدیث صفحہ ۲۵، نعمانی کتب خانہ، اشاعت: جنوری ۲۰۰۱ء" میں برضا و رغبت نقل کی ہے۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"باسند صحیح متصل ... قطعاً ثابت نہیں ہے۔"

(علمی مقالات: ۶/ ۴۵۷، سن اشاعت: ۲۰۱۳ء، مکتبہ اسلامیہ)

بلکہ علی زئی صاحب نے تو صحیح کے بعد متصل کا لفظ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف بھی منسوب کیا چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"امام شافعی نے فرمایا: اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک حدیث کی سند صحیح و

متصل ثابت ہو جائے تو یہ سنت ہے۔"

(علمی مقالات:۶/۴۴۹)

شیخ غلام مصطفی ظہیر امن پوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:هذا اسناد حسن متصل ،یہ سند حسن اور متصل ہے۔"

(فاسئلوا اهل الذکر صفحہ ۵۲۲)

قاضی عبد الرحیم عباس الفیضی غیر مقلد نے لکھا:

"حدیث اپنی جگہ صحیح، صریح، مرفوع، متصل ہے۔"

(صلوۃ نبوی صفحہ ۳۱۹، طبع سوم، ناشر:مکتبه دار الفکر الفیضیة للتحقیق و التالیف ہند)

شیخ کفایت اللہ سنابلی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام بیہقی کی روایت کردہ یہ حدیث بالکل صحیح و متصل ہے اس صحیح و متصل سند کے سامنے آنے کے بعد... کسی بھی اور سند کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے۔"

(چار دن قربانی کی مشروعیت صفحہ ۱۸، ناشر:اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی، اشاعت:۲۰۱۳ء)

سنابلی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"یہ حدیث بالکل صحیح اور اس کی سند بھی متصل ہے۔"

(چار دن قربانی کی مشروعیت صفحہ ۲۹، ناشر:اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی، اشاعت:۲۰۱۳ء)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی صحیح مرفوع متصل حدیث اس پر گواہ ہے۔"

(تحفہ حنیفہ صفحہ ۴۸۲، نعمانی کتب خانہ لاہور، سن اشاعت:۲۰۰۶ء)

شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح ہے، مرفوع ہے، متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۱۷۷، ناشر:مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم:جنوری/۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح، صریح، مرفوع متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۷۴، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"اس روایت میں سب سے ظاہر علت اس کا مرسل ہونا ہے جو صحیح صریح مرفوع متصل کے مقابلے میں ہرگز حجت نہیں ہوسکتی۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۷۸، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"حدیث اپنی جگہ صحیح وصریح مرفوع متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۲۸۷، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"یہ حدیث صحیح ہے، صریح ہے، مرفوع متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۲۰، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"یہی حدیث صحیح صریح مرفوع متصل ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۲۰، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"یہاں نص صریح مرفوع متصل موجود ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۱۵، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

"اس کی تفصیل صحیح صریح مرفوع متصل حدیث ابوحمید میں مذکور ہے۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۳۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/ ۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ عنوان قائم کرتے ہیں:

"صحیح صریح مرفوع متصل حدیث۔"

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۴۳۷، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا محمد سر فراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اپنی عبارت میں صحیح کے بعد متصل کا لفظ لکھا تو حکیم صفدر عثمانی غیر مقلد نے یوں طعنہ دیا۔

"یہ شیخ الحدیث ہیں جن کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی ہے۔ پھر پتہ نہیں صحیح کے بعد متصل کہنے کی کیوں حاجت پیش آئی کیا کوئی غیر متصل بھی صحیح ہوتی ہے ؟۔"

حکیم صاحب! صحیح کے بعد متصل کا لفظ آپ کے غیر مقلدین: مولانا محمد اسماعیل سلفی، شیخ صلاح الدین یوسف، علامہ عبد الرشید عراقی، حافظ عبد القادر روپڑی، شیخ غلام مصطفی ظہیر، قاضی عبد الرحیم عباس الفیصی، شیخ زبیر علی زئی، شیخ کفایت اللہ سنابلی، مولانا داود ارشد اور شیخ رضاء اللہ عبد الکریم نے بھی لکھا ہے تو کیا ان کی بابت کہو گے کہ انہیں اتنا علم بھی نہ تھا کہ صحیح کے بعد متصل لفظ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بالفاظ دیگر جس قدر علم ایک حکیم کو ہے اس قدر ان علمائے غیر مقلدیت کو نہیں!!؟

شیخ زبیر علی زئی کی تصریح کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ نے صحیح کے بعد متصل اور شیخ غلام مصطفی ظہیر کے کی تصریح کے مطابق امام دار قطنی رحمہ اللہ نے حسن کے بعد متصل کا لفظ ارشاد فرمایا تو حکیم صاحب ان کی بابت بھی طعن آمیز جملہ دہرائیں گے کہ ان کی ساری عمر حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر گئی مگر انہیں یہ نہیں پتہ چل سکا کہ صحیح اور حسن کے بعد متصل کہنا غیر ضروری ہے ؟

خرم شہزاد محمدی غیر مقلد کی کتاب میں "مکتبۃ التحقیق والتخریج کا پختہ عزم عنوان" کے تحت مذکور ہے:

"(۳) قرآن وسنت (حدیث)، صحیح، حسن، صریح متصل مرفوع، غیر مجروح، احادیث سے استدلال اور ضعیف اور مردود روایات سے مکمل اجتناب کیا جائے۔ (۴) متصل مرفوع، صحیح حدیث کے مقابلے میں موقوف روایت حجت نہیں۔"

(اصولِ حدیث واصولِ تخریج صفحہ ۴، مکتبۃ التحقیق والتخریج، اشاعتِ اول: اپریل ۲۰۱۷ء)

اس عبارت میں نہ صرف صحیح کے بعد متصل ہے بلکہ صحیح کے بعد غیر مجروح کا اضافہ بھی ہے۔ شاید حکیم

صاحب جیسا کوئی مہربان یہاں بھی اعتراض کر دے کہ صحیح کے بعد متصل لکھنے کی کیا ضرورت تھی، پھر صحیح لکھ دینے کے بعد غیر مجروح کی وضاحت کس لئے کی گئی؟

حکیم صاحب! چند مزید حوالے ملاحظہ کریں۔

شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اس پر لاتعداد احادیث صریح صحیح مرفوع متصل موجود ہیں۔''

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۰۳، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/۲۰۱۲ء)

شیخ رضاء اللہ لکھتے ہیں:

''یہ روایت ضعیف ومنکر ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح مرفوع متصل روایات کے مخالف ہے، اس لئے لائق استدلال نہیں۔''

(حقیقت پسندانہ جائزہ صفحہ ۳۱۱، ناشر: مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، اشاعت دوم: جنوری/۲۰۱۲ء)

مفتی محمد عبید اللہ خان عفیف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصلہ غیر معللہ ولاشاذہ ملاحظہ فرمائیے۔''

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۷۸۷، ترتیب: ابوالحسن مبشر احمد ربانی، مکتبہ قدوسیہ لاہور، سن اشاعت: ۲۰۱۰ء)

عفیف صاحب آگے لکھتے ہیں:

''احادیثِ صحیحہ مرفوعہ متصلہ قویہ معتبرہ ملاحظہ فرمائیے۔''

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۷۸۹)

عفیف صاحب نے مزید لکھا:

''حدیث کی نصوصِ صریحہ صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے پیش نظر یہی صحیح ہے کہ...''

(فتاوی محمدیہ صفحہ ۸۰۸)

فتاوی محمدیہ کے سرورق پہ عفیف صاحب کو ''حضرت العلام'' لکھا ہوا ہے۔

حضرت مولانا صفدر رحمہ اللہ اور شیخ رضاء اللہ مدنی وعفیف صاحب کی عبارت میں واضح فرق ہیں، وہ یہ کہ حضرت صفدر رحمہ اللہ نے لکھا:

”صحیح صریح اور متصل روایت“

جب کہ شیخ رضاء اللہ مدنی نے لکھا:

”لاتعداد احادیث صریح صحیح مرفوع متصل“

اسی طرح عفیف صاحب نے کہا:

”احادیثِ صحیحہ… نصوصِ صریحہ…“

”متصلہ قویہ معتبرہ“۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت مولانا صفدر رحمہ اللہ کی عبارت میں واحد لفظ ”روایت“ ہے جب کہ شیخ رضاء اللہ نے لاتعداد احادیث صحیحہ کی بابت متصل کا لفظ لکھا۔ اسی طرح عفیف صاحب کی تحریر میں بھی جمع کے الفاظ ”احادیث اور نصوص“ ہیں۔ حضرت صفدر صاحب رحمہ اللہ نے متصل کے بعد قوی اور معتبر نہیں لکھا، جب کہ عفیف صاحب نے متصلہ کے بعد قویہ بھی کہا اور معتبرہ بھی۔ مزید یہ کہ حکیم صاحب کی نقل کے مطابق حضرت صفدر رحمہ اللہ نے ایک بار صحیح کے بعد متصل کہا جب کہ عفیف صاحب نے تین بار صحیحہ کے بعد متصلہ کہا اور رضاء اللہ صاحب نے بھی کئی بار صحیح کے بعد متصل لفظ لکھا۔ اتنے فروق کے باجود مفتی عبید اللہ صاحب ”عفیف“ کہلائے جائیں اور شیخ رضاء اللہ ”مدنی“ لاحقہ کے ساتھ متعارف ہوں اور ان کے مقابلہ میں حضرت صفدر صاحب موردِ الزام ٹھہرائے جائیں تو یہ کیسا انصاف ہوگا!!؟ تلك اذا قسمة ضيزى۔

چیلنج کے متعلق کچھ وضاحت

چیلنج کی بابت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی عبارت پہلے گذر چکی۔ اس کے متصل بعد والی عبارت درج ذیل ہے۔ حضرت رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

> ”رہا یہ امر کہ حضرت ابن عباس کے دونوں قول صحیح ہیں۔ یہ بھی حافظ ابن القیم کا مغالطہ ہے کیوں کہ حضرت ابن عباس کا صرف ایک ہی قول صحیح ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ ہاں دوسرا قول ان کا یوں صحیح ہے کہ غیر مدخول بہا کی متفرق طور پر دی گئی تین طلاقیں ایک ہوتی ہے جیسا کہ امام بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے پہلے گذر چکا ہے۔ مدخول بہا کی تین طلاقوں کے ایک ہونے کا کوئی قول ان کا صحیح سند سے ثابت نہیں من ادعى خلافه فعليه البيان

بالبرھان۔ اسی طرح حضرت ابن مسعود کا صحیح قول اور صحیح روایت تین طلاقوں کے تین ہونے پر ہی دال ہے۔ توقف کی روایت کسی صحیح اور متصل سند سے ثابت نہیں ہے، طبع آزمائی شرط ہے اور پہلے خود حافظ ابن القیم کے حوالہ سے یہ بات عرض کی جاچکی ہے کہ بلاشک حضرت ابن مسعود وغیرہ سے تین طلاقوں کا تین ہونا ہی ثابت ہو چکا ہے اگر اس کے خلاف بھی ان سے کچھ ثابت ہے تو فَقَدْ صَحَّ بِلَا شَكٍّ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ الخ کی روایت بلاشک کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ کیا حافظ ابن القیم کے نزدیک حلال وحرام جیسے اہم مسئلہ میں دو متضاد حکم اور روایتیں بھی صحیح ہو سکتی ہے؟ یہ حافظ ابن القیم کا نرا وہم اور مغالطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سوء فہم سے بچائے۔"

(عمدۃ الاثات صفحہ ۱۱۹)

غیر مقلدین افراد امت کی ہم نوائی حاصل کرنے کے لیے کچھ شخصیات کا نام لیتے ہیں کہ وہ تین طلاقوں کو ایک مانتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ان شخصیات سے تین کو ایک کہنا صحیح سند سے ثابت نہیں۔ اگر ان میں سے کسی سے صحیح سند سے ثبوت ملتا ہے تو وہ غیر مدخولہ کو الگ الگ لفظ سے دی گئی تین طلاق کو ایک ماننے کی بات ہے۔ اس کے تو سب قائل ہیں۔ الگ الگ الفاظ سے دی جانے والی طلاق کو رئیس محمد ندوی غیر مقلد نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کا نام دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"بیک وقت طلاقِ ثلاثہ دینے کی صورتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ بیک وقت زبان سے کہہ دے کہ: طَلَّقْتُكِ ثَلَاثًا یا طَلَّقْتُكِ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ یا ان کے ہم معنیٰ الفاظ جس کا مطلب یہ ہو کہ میں نے تین طلاقیں دیں۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ تین متفرق کلمات میں یکے بعد دیگرے تینوں طلاقیں دے مثلاً کہے: اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ یا ان کے ہم معنیٰ الفاظ۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں ہر صورتِ طلاق کو ایک وقت کی طلاقِ ثلاثہ بھی کہا جاسکتا ہے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۸۲)

بہر حال ہم اَب غیر مقلدین کے ان حوالوں کا جائزہ لیتے ہیں جن میں اَفرادِ اُمت کو اپنا ہم مسلک قرار دیا ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف تین طلاقوں کے ایک ہونے کی نسبت

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”خود حضرت عمر فاروق نے... یہ حکم جاری کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں صرف ایک رجعی طلاق واقع ہوتی ہیں۔“

(ضمیر کا بحران صفحہ ۱۶۷، ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ بنارس، اشاعت: جنوری ۱۹۹۷ء)

الجواب:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا تین طلاقوں کے ایک ہونے کا حکم جاری کرنا تو کجا اُن سے تو یہ بھی ثابت نہیں کہ وہ تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہوں، بلکہ اس کے برعکس یہ ثابت ہے کہ انہوں نے تین طلاقوں کے تین ہونے کو نافذ کیا۔ جیسا کہ آثار صحابہ کرام والے باب میں ہم نے خود غیر مقلدین کے اعترافی حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں۔ ندوی صاحب کو یہ بھی اقرار ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کے نفاذ والے موقف سے رجوع نہیں کیا جیسا کہ آگے ”سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک اور بات منسوب“ عنوان کے تحت باحوالہ آرہا ہے ان شاء اللہ۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ایک اور بات منسوب

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”خلیفہ راشد عمر فاروق نے پوری صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ: قرآن مجید میں وضاحت کی گئی ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوتی ہیں۔“

(ضمیر کا بحران صفحہ ۱۶۷، ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیۃ، جامعہ سلفیہ بنارس، اشاعت: جنوری ۱۹۹۷ء)

الجواب:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ہرگز موقف نہیں کہ ”ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق ہوتی ہیں۔“ ندوی صاحب نے ان کی طرف غلط نسبت کر دی ہے۔ ندوی صاحب کا مذکورہ دعویٰ ثابت نہیں۔ یہاں ندوی صاحب نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ تین طلاقوں کے ایک ہونے کا اقرار کرتے تھے جب کہ دوسری جگہ اس کے برعکس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ ”ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔“

کی بابت لکھا:

”بعد میں اس کے نفاذ پر نادم بھی تھے بلکہ یہی یقین ہے کہ اگر موصوف کچھ دنوں اور زندہ رہے ہوتے تو... اس فتوی سے اسی طرح رجوع کر لیتے جس طرح نصوص کتاب و سنت کے خلاف اپنے دوسرے فتوی سے رجوع کر چکے تھے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۵۰۸)

غیر مقلدین عموماً کہا کرتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاقوں کے نفاذ والے فیصلہ سے رجوع کر لیا تھاندوی صاحب کی مذکورہ عبارت میں اعتراف ہے کہ انہوں نے رجوع نہیں کیا۔

سیدنا ابن عباس کی طرف تین طلاقوں کے ایک ہونے کی نسبت

مسئلہ تین طلاق پر لکھنے والے متعدد غیر مقلدین نے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہا کے متعلق دعوی کیا کہ وہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک کہتے تھے۔

مثلاً مولانا عبد المتین میمن غیر مقلد لکھتے ہیں:

”قال ابو داود روی حماد بن زید عن ایوب عن عکرمۃ عن ابن عباس اِذَا قَالَ اَنْتِ طَالِق ثَلَاثًا بِفَمٍ وَاحِدٍ فَهِيَ وَاحِدَةٌ۔ (سنن ابو داود جلد ا ص ۳۰۶، کتاب الطلاق) ترجمہ: امام ابو داود رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حماد بن زید نے ایوب سے روایت کیا، انہوں نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی سے ایک ہی وقت میں کہے کہ ”تجھے تین طلاق دیتا ہوں“ تو وہ ایک ہی ہے۔“

(حدیث خیر و شر صفحہ ۱۵۴، مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، تعلیق و تحشیہ مولانا عبد اللطیف اثری، سن اشاعت: جون ر ۲۰۱۳ء)

الجواب:

علمائے غیر مقلدین نے اعتراف کیا ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔ پھر ضعیف ہونے کے ساتھ مؤول بھی ہے۔ مزید یہ کہ یہ ضعیف و مؤول روایت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح سندوں سے مروی حدیث کے خلاف بھی ہے۔

چنانچہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے کہا:

”وَحَدِيثُ أَبِي دَاوُدَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ لَمْ أَجِدْهُ مَوْصُولًا وَّهٰذَا الْغَيْرِ الْمَدْخُولَةِ إِنْ صَحَّ۔“

(تخریج ابو داود باب نسخ المراجعة بعد التطلیقات الثلاث حدیث:۲۱۹۷)

ترجمہ: ابو داود کی حدیث جو حماد بن زید کے طریق سے ہے میں اسے موصولاً نہیں پا سکا اور یہ اگر صحیح ہوئی تو غیر مدخولہ کے بارے میں ہو گی۔

علی زئی صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ یہ روایت موصول نہیں، جس کا مطلب یہ ہوا کہ منقطع ہے اور انہوں نے یہ بھی لکھا:

”اہلِ حدیث کے نزدیک منقطع روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔“

(علمی مقالات:۵/۴۶۶، مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت:۲۰۱۲ء)

یوں بھی حکم سنایا:

”ضعیف و منقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف و منقطع ہوتا ہے۔“

(اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۸۲، طبع جدید صفحہ ۹۴، تعداد رکعاتِ قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۲۶)

یہی عبارت ”علمی مقالات:۶/۴۵۷، مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت:۲۰۱۳ء“ پہ بھی ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مذکورہ بالا اثر علی زئی صاحب کے ہاں منقطع ہے اور جو منقطع روایت پیش کرے وہ ان کے نزدیک ضعیف و منقطع ہوتا ہے۔ اور مولانا عبد المتین میمن نے یہ منقطع روایت پیش کی ہے، تو وہ کیا ہوئے؟

ہم یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اثر کا وہ مطلب نہیں جو میمن صاحب مراد لے رہے ہیں بلکہ کچھ اور ہے۔

غیر مقلدین کے ”مجتہد العصر“ مولانا عبد اللہ روپڑی کہتے ہیں:

”مگر ابو داود (ملاحظہ ہو جلد ا صفحہ ۲۹۹) اس کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کو عکرمہؒ کا قول قرار دیتے ہیں، اس کے علاوہ اس کی یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس روایت میں ” ثَلَاثًا“ اَنْتِ طَالِقٌ کے ساتھ نہ لگایا جائے بلکہ قَالَ کے ساتھ لگایا جائے یعنی (قَالَ ثَلَاثًا اَنْتِ طَالِق

)اَنْتِ طَالِقٌ تین دفعہ کہے تو غیر موطوءہ کے بارے میں یہ تین ایک ہو گی اور بِفَمٍ وَاحِدٍ کے معنی اس صورت میں یہ ہوں گے کہ انت طالق تین دفعہ لگا تار کہے، درمیان میں فاصلہ نہ کرے اور فائدہ اس قید کا اَنْتِ طَالِق ثلاثا سے احتراز ہے کیوں کہ اَنْتِ طَالِق ثَلاثًا میں غیر موطوءہ پر بھی تین پڑتی ہیں۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں ضمیمہ تنظیم اہلِ حدیث روپڑ صفحہ ۶ بحوالہ عمدۃ الاثاث صفحہ ۹۵)

قاضی شوکانی نے کہا تھا کہا اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا میں اَنْتِ طَالِقٌ سے غیر موطوءہ کو طلاق ہو جائے گی اور ثَلَاثًا کی قید لغو ہو جائے گی، مگر مولانا محمد عبد اللہ روپڑی (غیر مقلد) ان کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابو داود کی حدیث کا مطلب یہ ٹھیک نہیں بلکہ ابو داود کی حدیث کا مطلب یہ بیان کرنا چاہیے کہ جب اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ تین دفعہ الگ الگ کہے تو غیر موطوءہ کی بابت تین ایک ہی ہوتی ہے کیوں کہ غیر موطوءہ پہلی دفعہ انت طالق کہنے سے جدا ہو جاتی ہے تو اس کے بعد اَنْتِ طَالِقٌ کہنا بیکار ہے اور ابن عباس کا فتوی جو منتقی اور ابو داود (وغیرہ) سے نقل کیا ہے (کہ غیر موطوءہ پر تین واقع ہوں گی) اَنْتِ طَالِقٌ پر محمول ہے یعنی جب جدا جدا اَنْتِ طَالِقٌ نہ کہے بلکہ ایک ہی دفعہ اَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا کہہ دے تو اسی وقت خواہ غیر موطوءہ ہو اس پر تین ہی واقع ہوں گی۔ پس اس صورت میں نسائی کا باب میں متفرق کی قید لگانا بالکل درست ہو گا۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں ضمیمہ تنظیم اہلِ حدیث روپڑ صفحہ ۶ بحوالہ عمدۃ الآثاث صفحہ ۹۵)

شیخ مختار احمد ندوی غیر مقلد (ناظم جمعیت اہلِ حدیث بمبئی) لکھتے ہیں:

"غیر مدخول بہا کے بارے میں امام طاؤس قسم کھا کر کہتے ہیں: یعنی بخدا عبد اللہ بن عباسؓ غیر مدخول بہا کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیتے تھے۔"

(مجموعہ مقالات دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق صفحہ ۹۱، ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

مزید آگے آنے والا عنوان "سیدنا علی، ابن مسعود، ابن عباس، زبیر اور عبد الرحمن کی طرف نسبت" بھی دیکھئے۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا اور مسلکی پاس داری میں سینہ زوری

مولانا عبد المتین میمن غیر مقلد نے اپنی بات کو مضبوط باور کرانے کے لیے سنن ابی داود سے سیدنا عبد اللہ

بن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اَثر پیش کیا۔ جس کے متعلق اوپر خود غیر مقلدین کے حوالہ جات منقول ہو چکے کہ وہ اَثر ضعیف، موؤل اور ان سے مروی صحیح روایت کے خلاف ہے۔ مگر میمن صاحب اس ضعیف روایت سے استدلال کرتے ہیں بلکہ یہ بھی لکھ دیا:

"امام ابن قیم حضرت ابن عباسؓ کے اس فتوے کی سند کے بارے میں لکھتے ہیں: "
وَحَسْبُكَ بِهٰذا السَّنَدِ صِحَّةً وَّ جَلَالَةً۔ (اغاثۃ اللھفان جلد ۱ ص ۲۸۶ مطبوعہ مصر) یہ سند صحت اور جلالت شان کے اعتبار سے تمہارے لئے کافی ہے۔"
(حدیث خیر و شر صفحہ ۱۵۴، مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، تعلیق و تحشیہ مولانا عبد اللطیف اثری، سن اشاعت: جون ر ۲۰۱۳ء)

حالاں کہ یہ اثر غایتِ صحت تو کجا حسن درجہ کا بھی نہیں بلکہ منقطع و ضعیف ہے۔ لیکن اس کے بالمقابل سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح و ثابت اَثر ہے کہ انہوں نے تین کے تین ہونے کا فتویٰ دیا مگر میمن صاحب نے اس سے استدلال کو "ڈوبتے کا تنکا کا سہارا" کہہ چھوڑا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ایک اور روایت پیش کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے سو طلاقیں دیں تو حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ تین سے تیری بیوی جدا ہو گئی اور ستانوے طلاق سے تو نے اللہ کی آیات کا مذاق اُڑایا۔ معترض نے اس حدیث کو تین طلاق ایک مجلس میں دینے اور تینوں کے پڑ جانے پر استدلال کیا ہے۔ میرے بھائی اسی کو کہتے ہیں "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" اس حدیث سے مطلب حاصل نہیں ہو سکتا، کیوں کہ اس میں طلاق دینے کی کیفیت مبہم ہے۔ اس نے طلاق الگ الگ دی یا ایک ساتھ، سو گن کر دی ہیں یا کثرت طلاق کی طرف اشارہ کیا ہے... ویسے بھی یہ حدیث صحت کے اعلی معیار پر نہیں ہے۔"
(حدیث خیر و شر صفحہ ۱۵۸،۱۵۷ مکتبہ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی، تعلیق و تحشیہ مولانا عبد اللطیف اثری، سن اشاعت: جون ر ۲۰۱۳ء)

میمن صاحب کا اعتراض ہی "ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" مصداق ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اس اثر میں ایک مجلس کی صراحت نہیں۔ عرض ہے کہ اس اثر میں "تو نے اللہ کی آیات کا مذاق اُڑایا" الفاظ ہیں۔ اللہ کی آیات کے ساتھ

مذاق اُڑانا تو تب ہو سکتا ہے جب ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں دی جائیں۔ میمن صاحب کی یہ تاویل ''کثرت طلاق کی طرف اشارہ کیا'' بھی انہیں مفید نہیں۔ اس لئے کہ اگر مان بھی لیا جائے کہ کثرت مراد ہے تو بھی کثیر میں تین طلاقیں یقیناً شامل ہیں، طلاقوں کی وہ کثرت کیسی ہے جس کے تین افراد بھی نہ ہوں؟

میمن صاحب نے کہا:

''یہ حدیث صحت کے اعلی معیار پر نہیں ہے۔''

عرض ہے کہ یہ روایت صحیح تو ہے اگرچہ ان کے نزدیک اعلی معیار پر نہ ہو۔ حاصل یہ کہ وہ اس روایت کو ضعیف کہنے کی ہمت نہیں کر پائے۔

مولانا داود ارشد غیر مقلد نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مسلم درج کی۔ پھر بریلوی مصنف مفتی احمد یار گجراتی کے متعلق لکھا:

''حضرت مفتی صاحب نے بھی اس کی صحت کو تسلیم کیا ہے کیوں کہ انہوں نے اپنا پورا زور حدیث مذکور کی تاویل میں صرف کیا ہے۔ اگر صحت حدیث میں انہیں رتی بھر گنجائش نظر آتی تو حضرت حکیم صاحب اپنی مخصوص حکمت کو جوش میں لا کر کوئی نہ کوئی حواس باختہ جرح ضرور کرتے۔''

(دین الحق: ۲/ ۶۵۸، ۶۵۷، مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخ اشاعت: دسمبر ۲۰۰۱ء)

داود صاحب کی یہ عبارت مولانا عبد المتین میمن غیر مقلد پہ سچی آ رہی ہے کہ وہ بھی سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے اس اثر پہ ضعف کی چھاپ نہیں لگا سکے تو اسے بے جا تاویلوں کی بھینٹ چڑھا دیا۔ اگر اس روایت پر ذرا بھی جرح ہو سکتی ہوتی تو وہ جرح کرنے سے نہ چوکتے۔

تنبیہ: داود ارشد صاحب نے مذکورہ عبارت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث مسلم کی بابت لکھی۔ اس حدیث کو غیر مقلدین کے بیہقی وقت مولانا شرف الدین دہلوی نے ضعیف بھی کہا اور کئی تاویلیں بھی کیں۔ دیکھئے فتاوی ثنائیہ: ۲/ ۲۱۷ تا ۲۱۹۔ ہم نے ان کی مفصل عبارت اپنی اسی کتاب کے ''باب: ۱۲، غیر مقلدین کے مزعومہ دلائل کا جائزہ'' میں نقل کر دی ہے۔

داود صاحب کے بقول بریلوی مفتی نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا، صرف تاویلیں کی ہیں۔ جب کہ

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے اسے ضعیف بھی کہا اور تاویلیں بھی کیں۔

مزید یہ کہ بریلوی مفتی کی کتاب فی الوقت ہمارے سامنے نہیں، البتہ داود صاحب نے ان کی کتاب سے اس حدیث کے متعلق جو تاویلیں نقل کیں، وہ چار ہیں۔ جب کہ دہلوی صاحب نے اس حدیث سے استدلال کو باطل قرار دیتے ہوئے ایک درجن جوابات دیے ہیں۔ اس لئے داود صاحب کی مذکورہ بالا طعن امیز عبارت کے بریلوی مفتی سے زیادہ اور بڑے مصداق غیر مقلدین کے "بیہقی وقت" مولانا شرف الدین دہلوی ہیں۔

یہاں یہ کہنا ان شاء اللہ بجا ہو گا کہ اگرچہ ان تاویلوں یا ان میں سے اکثر کو شارحینِ حدیث نے اپنی اپنی کتابوں میں متفرق طور پہ ذِکر کیا ہے، لیکن میری معلومات کے مطابق انہیں اُردو زبان میں سب سے پہلے یکجا جمع کرنے کا کارنامہ مولانا شرف الدین دہلوی نے سر انجام دیا۔

سیدنا علی، ابن مسعود، ابن عباس، زبیر اور عبد الرحمن کی طرف نسبت

حافظ محمد اسحاق زاہد غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرات ابن مسعودؓ، عبد الرحمن بن عوف اور زبیرؓ بھی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے کے قائل تھے۔"
>
> (اہلِ حدیث اور علماء حرمین کا اتفاق رائے صفحہ ٦٧)

الجواب:

زاہد صاحب نے صحیح سند کے ساتھ ان سے ثبوت پیش کرنا تو دُور رہا، سرے سے کسی کتاب کا حوالہ ہی نہیں دیا۔ ہم "صحابہ کرام کا مسلک" باب میں خود غیر مقلدین کے حوالہ جات نقل کر چکے ہیں کہ مذکورہ بالا صحابہ کرام تین طلاقوں کو تین ہی سمجھتے تھے۔

زاہد صاحب کی طرح رئیس ندوی غیر مقلد نے بھی مذکورہ بالا صحابہ کرام کی طرف تین کے ایک ہونے کی نسبت کی مگر اسے سنداً ثابت کرنا تو دُور خود ہی اعتراف کر لیا کہ یہ ثابت نہیں۔ پڑھئے۔

ندوی صاحب لکھتے ہیں:

> "امام ابن مغیث وغیرہ نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ امام محمد بن وضاح نے فرمایا ہے کہ حضرت علی وابن مسعود وابن عباس، زبیر بن عوام اور عبد الرحمان بن عوف جیسے صحابہ

کرام اس مسئلہ میں موقف اہلِ حدیث رکھتے تھے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ص ۸۲، ج ۳۳ بحوالہ المقنع فی اصول الوثائق لابن مغیث و اغاثۃ اللہفان و تفسیر قرطبی و فتح الباری) یہ بہت واضح بات ہے کہ امام محمد بن وضاح ثقہ تھے اور اپنے نزدیک روایات معتبرہ کی بنیاد ہی پر موصوف نے ان پانچوں صحابہ کرام کی طرف قول مذکور منسوب کیا ہے، مگر ہم بہرحال ابن وضاح کے مقلد نہیں اور ان کی ہر بات بلادلیل ماننے کو تیار نہیں لیکن یہ یقین ہے کہ ابن وضاح نے بلادلیل اپنی مذکور بات نہیں کہی ہے اس کا معتبر ہونا اور نہ ہونا البتہ اختلافی مسئلہ ہو سکتا ہے۔ اسی بناء پر ہم ابن وضاح کی نقل و بیان کو دلیل قطعی کا درجہ دینے پر اصرار نہیں کرتے۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۰۲)

ندوی صاحب کی اس عبارت سے پتہ چل رہا ہے کہ وہ مذکورہ بالا صحابہ کرام کی طرف منسوب موقف ''تین طلاقوں کے ایک ہونے'' کو ثابت نہیں کر سکے۔ صرف حسنِ ظن پیش کیا کہ امام محمد بن وضاح نے روایاتِ معتبرہ کی بنیاد پہ مذکورہ بالا نسبت کی ہو گی۔ سوال یہ ہے کہ وہ مزعومہ رویات معتبرہ کہاں ہیں، آپ پیش کیوں نہیں کرتے؟ یہ بھی واضح کیا جائے کہ ثبوت کے بغیر محض کسی کی بابت حسن ظن کی نسبت کر کے اس کی بات تسلیم کر لی جائے تو یہ تقلید ہے یا نہیں؟ جب کہ ندوی صاحب خود ہی کہہ رہے کہ ہم اُن کے مقلد نہیں کہ بلادلیل بات مان لیں۔ جناب! اگر بلادلیل بات ماننے کو تیار نہیں ہیں تو مذکورہ بالا صحابہ کرام کی طرف غلط نسبت کرنے کی زحمت ہی کیوں کی۔ جب آپ کے نزدیک مذکورہ صحابہ کرام سے تین کا ایک ہونا ثابت نہیں اور ابن وضاح کی تقلید سے بھی منکر ہیں تو پھر اس بحث کو لکھنے کا فائدہ ہی کیا۔ اس بحث سے سوائے اپنی بے بسی کے اظہار کے آپ کو کیا حاصل ہوا؟

ہمارا سوال یہاں بجا ہے کہ ابن وضاح کی بابت جو حسن ظن پیش کیا کہ انہوں نے روایات معتبرہ کی بنیاد پہ مذکورہ بالا نسبت کی ہو گی۔ کیا صحابہ کرام کے متعلق یہی حسنِ ظن کرنے کو تیار ہیں کہ انہوں نے روایاتِ معتبرہ / احادیثِ نبویہ کی بنیاد پہ تین طلاقوں کے تین ہونے کا موقف اختیار کیا ہے۔

ندوی صاحب مذکورہ بالا صحابہ کرام سے تین کا ایک ہونا ثابت نہیں کر سکے۔ اور جو اپنے دعوے کو صحیح یا حسن سند سے ثابت نہ کر پائے اس کی بابت کیا حکم ہے؟ یہ آپ غیر مقلدین کے ہاں ''محدث العصر'' کا لقب پانے

والے شیخ زبیر علی زئی کی زبانی جانئے۔ وہ لکھتے ہیں:

”اصول محدثین کی رُو سے مذکورہ... روایت کا صحیح یا حسن ہونا ثابت نہیں کیا، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس مسئلے میں بھی آلِ باطل شکست سے دوچار ہیں۔“

(مقالات:۵/۲۵۴)

ہزاروں صحابہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا کا دعویٰ

عمران شہزاد تارڑ غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اور شیعیت کا الزام کس قدر جسارت کی بات ہے۔ کیا وہ ہزاروں صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین جو امیر عمر کے فیصلے سے اختلاف کرتے چلے آئے ہیں، سارے شیعہ تھے؟؟“

(حلالہ سنٹرز اور خواتین کی عصمت دری صفحہ ۵۶)

الجواب:

ہزاروں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف نہیں کیا۔ تارڑ صاحب! ان ہزاروں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے اقوال صحیح یا حسن سند سے پیش کریں۔

کبار صحابہ کرام کی طرف تین طلاقوں کے ایک ہونے کی نسبت

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”آپ نے تطلیق ثلاثہ کا نفاذ کیا تو صحابہ کبار نے آپ سے اختلاف کیا۔“

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۸۰)

الجواب:

تین کو ایک کہنے والے کبار صحابہ کرام کون ہیں؟ خلفائے راشدین؟ عشرہ مبشرہ، بدری صحابہ؟ بہر حال کبار صحابہ جو بھی ہیں اُن سے صحیح سندوں سے اپنے دعوے کو ثابت کریں۔ ہماری معلومات کے مطابق اُن مقدس شخصیات کی طرف تین کو ایک کہنے کو منسوب کرنا غلط ہے۔ اگر غیر مقلدین اس دعوی کو سچا قرار دیتے ہیں تو پہلے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرنے والے ان کبار صحابہ کرام کے نام بتائیں، پھر صحیح و حسن سند کے ساتھ ثبوت پیش کریں۔ یاد رہے کہ خود غیر مقلد مصنفین نے اعتراف کیا ہوا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب تین

طلاقوں کے نفاذ کا فیصلہ کیا تو صحابہ کرام نے ان سے اتفاق کیا بلکہ غیر مقلدین کی کتابوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ تین طلاق کے تین ہونے پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ حوالہ جات ہم اپنی اسی کتاب میں "باب:۲ طلاق ثلاثہ کے وقوع پر صحابہ کرام کے آثار" کے تحت نقل کر چکے ہیں۔

اہلِ بیت کی طرف غلط نسبت

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اکثر اہلِ بیت ذی علم اسی کو پسند فرماتے ہیں کہ ایک ساتھ دی ہوئی تین طلاقیں ایک ہی ہوتی ہیں۔"

(نکاح محمدی صفحہ ۱۰۱، ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

الجواب:

اہلِ بیت کا مصداق ازواج مطہرات، سیدنا علی، فاطمہ، حسن و حسین رضی اللہ عنہم ہیں ان میں سے کسی ایک سے بھی تین طلاقوں کا ایک ہونا ثابت نہیں۔ جوناگڑھی صاحب نے اپنے اس دعویٰ پر صحیح یا حسن اسناد پیش نہیں کیں، صرف دعوی کر دینے پر اکتفاء کیا۔

ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کی طرف نسبت

کسی نے لکھا:

"بعض حضرات غیر مقلدین سے سنا گیا ہے کہ وہ کہا کرتے ہیں کہ ہمارا قول ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کے قول کے مطابق ہوتا ہے لیکن یہاں تو ان خدا کے بندوں نے نہ صرف حضرت امام اعظمؒ کی مخالفت کی ہے بلکہ حضرت امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ان کے مقلدین کے بھی خلاف کیا ہے کیوں کہ یہ تمام بزرگان ملت تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں۔"

(رسالہ "القاسم" بحوالہ فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۱۵، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

مولانا ثناء اللہ امر تسری غیر مقلد نے اس عبارت پہ یوں تبصرہ کیا، بالفاظ دیگر اس کا بزعم خود یوں جواب دیا:

"گو ہمارے نزدیک یہ اصول مسلم نہیں کہ کسی مسئلہ کی صحت کے لیے یہ شرط ہو کہ وہ

ائمہ اربعہ سے کسی نہ کسی کے موافق ضرور ہو۔ بلکہ مسئلہ کی صحت کے لئے قرآن وحدیث کا ہونا کافی ہے چاہے دنیا بھر کے امامان دین یا مجتہد ان اساطین کے خلاف ہو، لیکن واقعہ کے اظہار کے لئے اور ایڈیٹر القاسم کی معلومات میں اضافہ کے لئے ہم ان کو مطلع کرتے ہیں کہ مسئلہ ہذا میں امام مالک، امام احمد بن حنبل بلکہ خود امام ابو حنیفہ صاحب رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی اہلِ حدیث کی تائید میں ہیں۔ ملاحظہ ہو اغاثۃ اللفہان مصنفہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ مصر ص ۱۵۳ سے ۱۵۷ تک، یہ صفحات دیکھ کر اپنے پرچے میں اعلان کیجئے کہ "ہم اپنے اعتراض کو واپس لیتے ہیں۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۲/ ۲۶، ۲۱۵۔ ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

الجواب:

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی طرف مذکورہ نسبت کرنا غلط ہے۔ درج ذیل جوابات پڑھیے۔

۱۔ امر تسری صاحب نے مذکورہ بات نہ تو مذکورہ ائمہ کی کتابوں سے نقل کی، نہ ان کے شاگردوں سے اور نہ ہی صحیح سندوں سے نقول درج کی ہیں۔ بلکہ آٹھویں صدیں کے بزرگ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے حوالہ پہ اکتفاء کیا۔

۲۔ ہم نے اپنی اس کتاب کے "باب: ۴، ائمہ اربعہ کا مسلک" کے تحت مستند حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ ائمہ اربعہ ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی مانتے ہیں۔ بلکہ وہاں غیر مقلدین کی کتابوں سے یہی نظریہ نقل کیا ہے۔

۳۔ امر تسری صاحب کا جملہ "چاہے دنیا بھر کے امامان دین یا مجتہد ان اساطین کے خلاف ہو۔" کو ایک بار پھر پڑھیں۔ دنیا بھر کے مجتہدین اور اساطین امت کا اختیار کردہ مسئلہ اجماعی نہ کہلائے گا؟ کیا اجماعی مسئلہ قابل رد ہوتا ہے؟

۴۔ امر تسری صاحب تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف تین طلاق کے ایک ہونے کی علی الاطلاق نسبت کر رہے ہیں جب کہ اس کے بر عکس مولانا امین محمدی غیر مقلد نے دعوی کر دیا کہ امام صاحب کے نزدیک تو غیر مدخولہ کو الگ الگ لفظ سے دی جانے والی تین طلاقیں بھی تین ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"جناب امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام شافعی اور دیگر بہت سے علماء کا متفقہ موقف یہ

ہے کہ غیر مدخولہ کو اگر کوئی شخص اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ، اَنْتِ طَالِقٌ کہہ کر طلاق دے ایک ہی مجلس میں اکٹھی تو صرف ایک ہی طلاق ہو گی... اور جناب امام ابو حنیفہ کا اپنا موقف یہ ہے کہ ان الفاظ سے تین ہوں گی یعنی اگر وہ یہ کہے اَنْتِ طَالِقٌ، طَالِقٌ، طَالِقٌ تو تینوں ہوں گی۔"

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱۶۲)

تنبیہ: غیر مدخولہ کو الگ الگ لفظ سے دی جانے والی تین طلاقیں ایک اس لیے ہوتی ہے کہ عورت پہلی ہی طلاق سے بالکلیہ نکاح سے نکل جاتی ہے، دوسری اور تیسری طلاق کا محل نہیں رہتی۔ یہ صورت غیر مقلدین اور اہل سنت کے ہاں باعث نزاع نہیں۔

حجاج بن ارطاۃ کی طرف نسبت

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"امام نووی شافعی نے شرح مسلم میں اعتراف کیا ہے کہ حجاج بن ارطاۃ کوفی قاضی متوفی ۱۴۵ھ بھی ایک مجلس کی کی تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے تھے۔"

(تنویر الآفاق صفحہ ۲۸۴)

الجواب:

غیر مقلدین کے اصول کے مطابق صرف علامہ نووی رحمہ اللہ کی کتاب کا حوالہ کافی نہیں بلکہ اسے ثابت کرنا ضروری ہے۔ لہذا اپنے اصول کی لاج رکھتے ہوئے صحیح سند سے ان کا قول پیش کریں۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اس کی مکمل سند پیش کی جائے... حافظ ذہبی سے ابن جریج تک سند نا معلوم ہے۔"

(نور العینین صفحہ ۴۱، طبع جدید)

کیا ہمیں یہ کہنے کا حق ہے کہ "اس کی مکمل سند پیش کی جائے... حافظ نووی رحمہ اللہ سے حجاج بن ارطاۃ تک سند نا معلوم ہے۔"

دوسری بات یہ ہے کہ حجاج مذکور بذاتِ خود غیر مقلدین کے ہاں "ضعیف" راوی ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

”اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔“

(رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجۃ: ۱۰۰/۲)

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”حجاج بن ارطاۃ راوی ضعیف و مدلس ہے۔“

(تخریج ابن کثیر: ۳۸۱/۱)

محمد بن مقاتل سے ہم نوائی کا دعویٰ

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مازری نے کتاب معلم میں بیان کیا ہے کہ امام محمد بن مقاتل کہتے ہیں کہ طلاقِ ثلاثہ جو ایک ساتھ کی ہوں وہ ایک رجعی کے حکم میں ہیں۔“

(نکاح محمدی صفحہ ۱۰۱، ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

آگے ”امام محمد بن مقاتل کا تعارف“ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

”امام بخاریؒ بھی ان سے اپنی صحیح بخاری میں روایت لائے ہیں۔“

(نکاح محمدی صفحہ ۱۰۵، ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

الجواب:

اس پہ تبصرہ سے پہلے یہاں رئیس محمد ندوی غیر مقلد کی بھی سُن لیں۔

”اس مسئلہ میں مسلک اہلِ حدیث کے موافق حنفی مذہب کے مشہور امام مقاتل رازی بھی ہیں جو تیسری صدی کے نصف اول ۲۴۸ھ، ۲۴۹ھ میں فوت ہوئے تھے۔“

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۲۸۵، مکتبہ محمدیہ چیچہ وطنی)

ندوی صاحب آگے لکھتے ہیں:

”موصوف محمد بن مقاتل دوسری صدی اور تیسری صدی کے فرد ہیں... موصوف پر بعض محدثین بشمول امام بخاری نے جرح کر رکھی ہے۔“

(حوالہ مذکورہ صفحہ ۲۸۶)

ندوی صاحب نے اگلے صفحہ پہ لکھا:

”امام محمد بن مقاتل کا فتویٰ مذکور مختلف کتابوں خصوصاً امام مازری کی المعلم شرح مسلم میں منقول ہے جو پانچویں صدی کے آدمی تھے۔“

(حوالہ مذکورہ صفحہ ۳۸۷)

ندوی صاحب نے اپنی عبارت میں محمد بن مقاتل کو دوسری و تیسری صدی کا بزرگ کہا اور حنفی بھی باور کرایا۔ حالاں کہ غیر مقلدین کے نزدیک تقلید چوتھی صدی میں اور بعض کے ہاں چوتھی صدی کے بھی بعد پیدا ہوئی۔ تو محمد بن مقابل حنفی کیسے ہو گئے ؟

ندوی صاحب کی تصریح کے مطابق محمد بن مقاتل تیسری صدی میں فوت ہوئے اور مسئلہ تین طلاق کی بابت اُن کے موقف کے لئے پانچویں صدی میں لکھی جانے والی کتاب کا حوالہ دیا۔ دوسروں سے ہر بات میں صحیح سند کا مطالبہ کرنے والوں پر لازم ہے کہ وہ بھی صحیح سند پیش کریں۔ ندوی صاحب نے خود ہی لکھا:

”امام مازری سے مراد محمد بن علی بن عمر بن محمد تیمی مالکی مولود ۴۴۳ھ، ۴۵۳ھ و متوفی ۵۳۶ھ ہیں۔“

(تنویر الآفاق صفحہ ۲۸۷)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مازری کی محمد بن مقاتل سے ملاقات نہیں ہوئی اور نہ ہی اُن کا زمانہ پایا، اس لئے یہ روایت منقطع ہے اور شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا:

”ضعیف و منقطع روایات کو وہی شخص پیش کرتا ہے جو خود ضعیف و منقطع ہوتا ہے۔“

(علمی مقالات: ۶/ ۴۵۷)

علی زئی صاحب کی یہ عبارت ان کی کتابوں: اوکاڑوی کا تعاقب صفحہ ۵۲، طبع جدید صفحہ ۹۴... تعداد رکعاتِ قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ صفحہ ۹۶ میں بھی موجود ہے۔

جونا گڑھی صاحب نے محمد بن مقاتل کو بخاری کا راوی قرار دیا ہے جب کہ ندوی صاحب کا دعوی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں مجروح قرار دیا ہے۔

احناف کے کثیر طبقہ اور مالکیہ کی طرف نسبت

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''احناف کا ایک کثیر طبقہ امام صاحب کے اس فتویٰ سے متفق نہیں ،وہ فقہ مالکیہ کے مطابق اسے ایک ہی طلاق قرار دیتے ہیں۔''

(آئینہ پرویزیت صفحہ ۷۷۸)

الجواب:

مذکورہ عبارت میں دونوں دعوے غیر ثابت ہیں۔نہ تو احناف کا کثیر طبقہ زیر بحث مسئلہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف ہے اور نہ ہی مالکیہ تین طلاق کو ایک کہتے ہیں۔

نیز یہ بتائیں کہ کثیر طبقہ کا اطلاق کتنے افراد پر ہوتا ہے؟ پھر اتنے افراد سے اپنے دعویٰ کو ثابت کریں۔نیز چوں کہ غیر مقلدین دوسروں سے ہر بات میں صحیح سند کا مطالبہ کرتے ہیں اس لئے کیلانی صاحب کے ہم نوا اس دعوے کی صحت پر صحیح سندیں لائیں۔یہ بھی یاد رہے کہ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کی بات کب قابلِ مسموع ہو سکتی ہے؟''

(نور العینین صفحہ ۱۳۷، مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت: اکتوبر/ ۲۰۱۲ء)

یاد رہے کہ مالکیہ سمیت چاروں مذاہب میں تین طلاقوں کو تین ہی کہا گیا ہے۔جس پر خود غیر مقلدین کی تحریریں گواہ ہیں۔مثلاً حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

''بیک وقت تین طلاقیں تمام فقہی مذاہب والوں کے نزدیک بھی جائز نہیں گو وہ اس کے اجراء و نفاذ کے قائل ہیں۔''

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۳۸،ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

صلاح الدین صاحب اسی کتاب میں مزید لکھتے ہیں:

''حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی ... یہ سب اصحابِ فقہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین طلاقیں ہی شمار کرنے کے قائل ہیں۔''

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۵۸،ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

تنبیہ: حضرت مولانا منیر احمد منور دام ظلہ (شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا) نے اپنی کتاب ''حرام کاری سے بچئے'' میں مالکی علماء کی کتب سے کئی حوالہ جات نقل کر دیئے ہیں جن میں یہ مضمون ہے کہ ایک مجلس میں

دیئے جانے والی تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔

ہزارہا محدثین وغیرہم کی طرف نسبت

مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد نے تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کی تعداد بتاتے ہوئے لکھا:

”ہزارہا صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اتباع تبع تابعین، ائمہ دین مجتہدین، محدثین۔“

(نکاح محمدی صفحہ ۲۱، ناشر اہل حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

الجواب:

ہمارا مطالبہ ہے کہ غیر مقلدین اپنے اصول کے مطابق مذکورہ بالا سب طبقات: صحابہ، تابعین، تبع تابعین ،اتباع تبع تابعین، ائمہ دین، مجتہدین اور محدثین میں سے ہزارہا افراد سے صحیح یا حسن سند سے تین کا ایک ہونا ثابت کردیں۔ مگر وہ ایسا نہیں کرسکیں گے ان شاء اللہ۔ جوناگڑھی صاحب کے زمانہ سے یہ دعویٰ بلا دلیل ہی رہا اور آئندہ بھی یہ دعویٰ بلا دلیل ہی رہے گا ان شاء اللہ۔ اس دعوی کو دلائل سے مدلل کرنا غیر مقلدیت کے بس کا روگ نہیں ۔

ہر صدی میں تین کو ایک کہنے والے موجود رہے کا دعوی

حافظ صلاح الدین یوسف غیر مقلد لکھتے ہیں:

”مجلس واحد کی تین طلاقوں کے ایک ہی شمار کرنے میں اہلِ حدیث منفرد نہیں ہیں بلکہ صحابہ سے عصرِ حاضر تک ہر دَور میں ایسے علماء وائمہ موجود رہے ہیں جو اسے ایک طلاق رجعی شمار کرتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بعض لوگ اس مسئلے میں اہلِ حدیث کو بلاوجہ مطعون کرتے اور ان کے خلاف گوہر افشانی کرتے ہیں۔“

(طلاق، خلع اور حلالہ صفحہ ۵۷، ناشر: مکتبہ ضیاء الحدیث لاہور)

الجواب:

کیا غیر مقلدین میں سے ایسا کوئی مصنف گزرا ہے جس نے دَور صحابہ سے لے کر ہر دَور کے ایسے علماء و ائمہ کے حوالے باسند صحیح نقل کئے ہوں جو غیر مقلدین کی طرح تین کو ایک کہنے کے قائل ہوں؟

یوسف صاحب کہتے ہیں:

''مجلس واحد کی تین طلاقوں کے ایک ہی شمار کرنے میں اہلِ حدیث منفرد نہیں ہیں بلکہ صحابہ سے عصرِ حاضر تک ہر دَور میں ایسے علماء وائمہ موجود رہے ہیں جو اسے ایک طلاق رجعی شمار کرتے ہیں۔''

آپ کے بقول ہر زمانہ میں اہلِ حدیث کے علاوہ دوسرے علماء وائمہ تین کو ایک کہنے والے رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ یہ کون لوگ تھے؟

غیر مقلدین کے ہاں اسلام کی پہلی چار صدیوں میں مقلدین کا وجود نہیں تھا تو اگر ان چار صدیوں میں بھی یوسف صاحب کے بقول اہلِ حدیث کے علاوہ بھی علماء وائمہ تھے جو تین کو ایک کہنے والے تھے تو اُن کی نشان دہی کریں کہ وہ کس مسلک کے لوگ تھے؟ شیعہ تھے یا سنی؟ وہ معروف شخصیات ہیں یا مجاہیل؟

یہاں یہ بھی واضح کیا جائے یوسف صاحب کی عبارت میں مذکور لفظ ''اہلِ حدیث'' سے مراد اس کا حقیقی مصداق محدثین ہیں یا انگریز سے نام الاٹ کرنے والے غیر مقلدین؟ اس کی تعیین کے بعد یوسف صاحب کے دعویٰ کو دلیل سے ثابت کریں۔

یوسف صاحب نے لکھا:

''بعض لوگ اس مسئلے میں اہلِ حدیث کو بلاوجہ مطعون کرتے اور ان کے خلاف گوہر افشانی کرتے ہیں۔''

وہ بعض لوگ کون ہیں؟ ہم نے اپنی اس کتاب میں محدثین اور شارحین حدیث کی عبارتیں نقل کر دی ہیں جن میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے پر سخت تنقید کی گئی اور مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے بھی اس کمزور موقف کا سختی سے رَد کیا ہے۔ کیا ان سب کی تنقید بلاوجہ ہے؟۔ جب کہ صحیح بات اس کے برعکس یہ ہے کہ تین طلاقوں کو تین ماننے والوں: صحابہ کرام اور اکابرین امت کے خلاف غیر مقلدین نے نہ صرف یہ کہ بلاوجہ طعن کیا بلکہ گستاخیاں بھی کیں۔ ثبوت اور حوالہ جات کے لئے ہماری اسی کتاب کا ''باب نمبر:۱۷'' ملاحظہ فرمائیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی طرف تین کے ایک ہونے کی نسبت

علامہ عبد الرشید عراقی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''حافظ ابن کثیر طلاق وغیرہ جیسے مسائل میں ابن تیمیہؒ کے ہم نوا تھے، جن کی بناء پر ان

کو بھی بلاء و محن اور لوگوں کی ایذا رسانی سے دوچار ہونا پڑا۔"

(کاروانِ حدیث صفحہ ۳۲۳)

الجواب:

عراقی صاحب نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس کے برعکس حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"سنن ابو داود میں باب ہے کہ تین طلاقوں کے بعد مراجعت منسوخ ہے۔"

(تفسیر ابن کثیر: ۳۷۹/۲، ترجمہ جوناگڑھی)

ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ایک حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص ایک عورت سے نکاح کرتا ہے اور دخول سے پہلے ہی طلاق بتہ دے دیتا ہے، وہ دوسرا نکاح کرتی ہے وہ بھی اسی طرح دخول سے پہلے ہی طلاق دے دیتا ہے تو کیا اگلے خاوند کو اب اس سے نکاح کرنا حلال۔ آپ نے فرمایا نہیں نہیں جب تک یہ اس سے اور وہ اس سے لطف اندوز نہ ہولیں۔"

(تفسیر ابن کثیر: ۳۸۴/۱)

غیر مقلدین کو اصرار ہے طلاق بتہ اکٹھی دی جانے والی تین طلاقوں کو کہتے ہیں، حوالہ جات ہماری اس کتاب کے "باب ۲۲، در متفرقات" میں منقول ہیں۔

ابن کثیر میں اس حدیث کا حوالہ "مسند احمد، ابن ماجہ وغیرہ" درج ہے۔ شیخ زبیر علی زئی غیر مقلدِ اس حدیث کی تخریج میں لکھتے ہیں:

"وھو صحیح، اور یہ حدیث صحیح ہے۔"

(تخریج ابن کثیر: ۳۸۴/۱)

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابن کثیر نے بھی سند ابی داود و نسائی و ابن ابی حاتم و تفسیر ابن جریری و تفسیر عبد الحمید و مستدرک حاکم وقال صحیح الاسناد، والترمذی مرسلا و مسندا نقل کرکے کہا ہے کہ ابن

جریر نے ابن عباسؓ کی اس حدیث کو آیت مذکورہ کی تفسیر بتا کر اسی کو پسند کیا ہے، یعنی یہ کہ پہلے جو تین طلاق کے بعد رجوع کر لیا کرتے تھے، وہ اس حدیث سے منسوخ ہے، پس یہ حدیث مذکور محدث ابن کثیر و ابن جریر دونوں کے نزدیک صحیح ہے، جیسے کہ مستدرک حاکم صحیح اسناد لکھا ہے، اور قابل اعتماد ہے، اور امام فخر الدین رازی کی تحقیق بھی یہی ہے۔'

'(فتاوی ثنائیہ: ۲/۲۱۸، ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

حافظ سید رشید احمد ارشد (ایم اے) اپنے مضمون "شیخ ابن کثیر اور اُن کی تفسیر" میں لکھتے ہیں:

"آپ فقہی مسلک کے لحاظ سے شافعی تھے، تاہم امام ابن تیمیہ کے ساتھ خصوصی تعلقات رکھنے کی بناء پر بعض اوقات آپ ان کے مسلک کی حمایت کرتے تھے۔ چنانچہ مسئلہ طلاق میں آپ امام ابن تیمیہ کے مسلک کے مطابق فتوے دیتے رہے اور چوں کہ یہ رائے ہر مسلک کے علماء کے خلاف تھی اس لئے اس کی حمایت کی پاداش میں آپ کو بہت تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔"

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور، ۱۹/ ستمبر ۱۹۸۰ء صفحہ ۸)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی طرف تین طلاقوں کے ایک قرار دینے کی نسبت غلط ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ البتہ ہفت روزہ اہلِ حدیث کی اس عبارت میں درج ذیل حقائق کا اقرار ہے:

۱۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ جیسے محدث و مفسر اور مؤرخ فقہی اعتبار سے شافعی المسلک تھے۔

۲۔ تین طلاقوں کو ایک کہنا ہر مسلک کے علماء کے خلاف رائے ہے۔

۳۔ تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والے کو اُس دَور میں بہت سی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ یعنی اُس زمانہ میں تین کو ایک کہنے کی رائے کو بجائے قبولیت کے رَد کر دیا جاتا تھا۔

امام رازی رحمہ اللہ کو ہم نوا قرار دینے کا دعوی

بعض لوگ امام رازی رحمہ اللہ کی ایک عبارت تفسیر کبیر سے اپنی تائید میں باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلا دیکھئے شیخ یحیٰ عارفی غیر مقلد کی کتاب "تحفۂ احناف صفحہ ۲۳۳"... اور مولانا محمد جوناگڑھی کی کتاب "نکاح محمدی صفحہ..."

الجواب:

مولانا شرف الدین دہلوی غیر مقلد نے امام رازی رحمہ اللہ کی عبارت کو اپنی تائید میں نقل کرنے والوں کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

"اور امام رازی نے تفسیر کبیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں بحث کر کے جو اپنی تحقیق لکھی ہے، وہ یہ ہے کہ آیت الطلاق مرتان سے پہلے آیت والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثة قروء (الی قولہ) و بعولتھن احق بردھن فی ذلك ان ارادوا اصلاحا (الآیۃ) اس کے بعد ہے الطلاق مرتان الآیۃ اس سے ثابت ہوا کہ پہلی مجمل مفتقر الی المبین یا کالعام مفتقر الی المخصص تھی کہ بُعُول مطلقین کو بعد طلاق حق استرداد یعنی رجوع ثابت تھا، عام اس سے کہ ایک طلاق کے بعد ہو یا دو کے یا تین پس آیت الطلاق مرتان نے واضح کر دیا کہ مطلق کو رجوع ایک یا دو طلاق کے بعد ہے، اس کے بعد نہیں، پھر آگے جامع ترمذی کی حدیث سے منع ثابت کیا ہے اور بعض اصحابؒ، تفسیر کبیر سے اپنے مطابق قول کے بعد ھذا ھو الاقیس الخ کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں، اور یہ نہیں سوچتے کہ اس قول کو امام صاحب نے دوسرے سے نقل کر کے اس کا رَد کیا ہے، ملاحظہ ہو ص ۲۴۸ ج ۲۔"

(فتاوی ثنائیہ: ۲/۲۱۹، ۲۱۸۔ ناشر: اسلامک پبلشنگ لاہور)

مزید یہ کہ امام رازی رحمہ اللہ کو غیر مقلدین کے "محدث العصر اور ذہبی زماں" شیخ زبیر علی زئی نے مجروح یعنی ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ وہ ان کے ایک قول کو اپنے خلاف پا کر اس سے جان چھڑانے لگے تو یوں لکھ دیا:

"مذکورہ اقوال سے آلِ دیوبند کا استدلال تین وجہ سے مردود ہے: ۱۔ رازی بذاتِ خود مجروح تھا۔ دیکھئے لسان المیزان (۴/۴۲۶، ۴۲۹، دوسرا نسخہ ۵/۴۳۵، ۴۳۰)"

(علمی مقالات: ۵/۳۶۳، اشاعت اول: ۲۰۱۲ء، مکتبہ اسلامیہ)

امام رازی رحمہ اللہ اگر ضعیف ہیں اور ان کے قول کو اپنی تائید میں لانا مردود ہے تو غیر مقلدین کیوں ان کا قول اپنی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں؟

شیعوں کو ہم نوا قرار دینے کی کاوش

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"بعض حضرات نے (جس میں امیر یمانی دیکھئے سبل السلام جلد ۳ صفحہ ۲۱۵) اور قاضی شوکانی بھی ہیں۔ (دیکھئے نیل جلد ۶ صفحہ ۲۴۵) تکثیر سواد کے لیے تین طلاقوں کے ایک ہونے کے سلسلہ میں ہاوی، قاسم، باقر اور ناصر وغیرہ کے نام بھی لئے ہیں کہ یہ بھی اس کے قائل ہیں مگر یہ تمام زیدی شیعہ ہیں۔ (ملاحظہ ہو دلیل الطالب صفحہ ۷۵۶ وغیرہ) اور شیعہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک تصور ہوتی ہے۔"

(عمدہ الاثات صفحہ ۴۵)

مجاہیل کو ہم نوا کہنے کی کاوش

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اسی طرح احمد بن عیسیٰ اور عبد اللہ بن موسیٰ وغیرہ کا جو مجہول لوگ ہیں۔ (ملاحظہ ہو الازھار المربوعة صفحہ ۱۵، از حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی) پیش کرنا بھی چنداں مفید نہیں کیوں کہ حلال و حرام کے مسئلہ میں معروف ائمہ دین اور حضرات صحابہ کرام اور امت مرحومہ کے اجماع و اتفاق کو چھوڑ کر کون ایسے غیر معتبر اور مجہول لوگوں کی تحقیق پر اعتماد کرتا ہے؟"

(عمدۃ الاثات صفحہ ۴۶)

مجہول قوم کی ہم نوائی کا دعویٰ

غیر مقلدین اپنی تقریر و تحریر میں کہا کرتے ہیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ ایک قوم تین طلاقوں کے ایک ہونے کی قائل ہے۔

الجواب:

انجینئر محمد علی مرزا غیر مقلد نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا:

"اسی میں وہ [غیر مقلد (ناقل)] کلپ میں کہتا ہے وہ امام طحاوی نے اپنی کتاب کے اندر

شرح معانی الاثار میں نقل کیا ہے کہ اس زمانے میں، امام طحاوی کے زمانے میں۔ ہن میں تو انوں دسنا واں۔ امام طحاوی بھی چوتھی ہجری کا ہے ۳۲۱ھ میں فوت ہوئے ہیں چوتھی صدی بنتی ہے ۔۳۲۱ھ پڑھ کے فیر ناں پلی کھالگ جائے۔ کہتا ہے امام طحاوی جو ہے انہوں نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ اس طرح کے گروہ بھی موجود ہیں جو تین کو ایک سمجھتے تھے اس زمانے میں۔ وہ کہتا ہے دیکھیں اس سے ثابت ہوا کہ وہ تھے۔ میں نے اپنے لیکچر میں کہا کہ صحیح سند کے ساتھ ثابت کریں۔ یہ امام طحاوی نے تو دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے کوئی سند پیش کی ہے؟ وہ تو پھکی مجھ سے لے لیں۔ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں ٹو ففٹی سیون نمبر حدیث جو ہے ترک رفع الیدین والی انٹر نیشنل نمبری کے مطابق، عبد اللہ بن مسعود والی۔ اس کے کینٹکس میں لکھا ہے کہ ترک رفع کئی اصحاب رسول کا عمل ہے تو وہ تو امام ترمذی جو ہیں امام طحاوی سے بھی پہلے گزرے ہیں سو سال۔ ٹو سیونٹی نائین میں فوت ہوئے، تیسری صدی ہجری کے اندر۔ وہ کہہ رہے ہے کہ کئی اصحاب رسول کا ترک رفع یدین پر عمل ہے تو کیا یہ سعودی عرب کے پیٹو علماء مان لیں گے امام ترمذی کی اس بات کو۔ نیں جی انہوں نے تو بے سند بات کی ہے۔ اچھا! ترمذی بے سند بات کریں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں تو وہ اکسیپٹیبل نہیں ہوگی اور چوتھی صدی کے امام طحاوی اگر بات کر دیں آپ کے مطلب کی، بغیر سند کے وہ قبول ہو جائے گی۔ مٹھا مٹھا ہپ ہپ تے کوڑا کوڑا تھو تھو۔ تو یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ یہ ڈگریاں والے مولوی ہیں... آپ اپنی ڈگریوں کی فکر کریں جعلی ہیں یا اصلی۔ نہیں تو کم از کم ڈگری حاصل کرنے کے بعد علم بھی حاصل کریں۔ ڈگری تو آگئی آپ کے پاس، علم بھی حاصل کریں۔ یہ ڈگری تو آپ کو مدرسے کے لوگوں نے دے دی۔"

(www.AhlesunnatPak.com)

مجہول لوگوں کی ہم نوائی کی کیا حیثیت ہے یہ ذرا شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد کی زبانی سن لیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"رہ گیا ایک تابعی کا انفرادی و شاذ عمل تو اس کے مقابلے میں تابعین عظام کا جم غفیر ہے اور نبی کریم وصحابہ کرامؓ کے مقابلے میں ایک تابعی یا مجہول لوگوں کے عمل کی حیثیت ہی کیا ہے؟!"

(نور العینین صفحہ ۵۵۷، مکتبہ اسلامیہ، سن اشاعت: اکتوبر ر ۲۰۱۲ء)

علی زئی صاحب کی اس عبارت کے مطابق مجہول لوگوں کے عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

شیخ زبیر علی زئی نے مزید لکھا:

"اب اَصحاب عبد اللہ اور اَصحاب علی (رضی اللہ عنہما) میں سے کسی ایک کا نام بیان نہیں کیا گیا لہذا یہ سارے اشخاص مجہول ہیں۔ اگر ان سے مراد ثقہ حضرات تھے تو ان کا نام ظاہر نہ کرنے کی وجہ کیا ہے؟۔"

(نور العینین صفحہ ۳۱۲)

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے نام مذکور نہیں مگر اتنی صراحت تو ہے کہ وہ جو بھی ہوں ان کے شاگرد ان کے فہرست میں شامل ہیں۔ اس کے باوجود علی زئی صاحب نے انہیں "اشخاص مجہول" کا نام دیا۔ لیکن طحاوی میں لفظ "قوم" ہے۔ ان کے متعلق اتنا بھی پتہ نہیں کہ کن کے شاگرد ہیں؟ بلکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اہلِ سنت کے افراد ہیں یا بدعتی گروہ کے؟ تو بتائیے کہ یہ کس قدر مجہول ہوئے۔

بیس کا عدد امت کے مقابلے میں کالعدم ہے

انگریز کے دَور سے پہلے والے لوگوں میں سے تین طلاقوں کو ایک کہنے والے کتنے ہیں؟ تین کو تین کہنے والوں کے مقابلہ میں ان کا کیا تناسب بنتا ہے۔ مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بخاری و مسلم کے اتنے بڑے دفتر سے کل بیس احادیث کے قریب ایسی نکلی ہیں جن پر بعض محدثین کی تنقیدی نظر پڑی ہے تو ترازو میں پاسنگ بھی نہیں... اسی طرح بخاری مسلم کی ان چند احادیث پر اگر جرح ہوئی ہے تو یہ کالعدم ہے۔ ہاں اس سے اتنا فائدہ ضرور پہنچا کہ مخالفوں کا منہ بند ہو گیا، وہ اس طرح کہ بخاری مسلم کی احادیث میں کچھ تنقید کی گنجائش ہوتی تو اتنے بڑے محدثین جرح تعدیل کے امام اتنی کوشش کے باوجود اپنا منہ لے کر نہ بیٹھ جاتے۔"

(مودودیت اور احادیث نبویہ صفحہ ۳۲)

روپڑی صاحب نے تصریح کی ہے کہ بخاری کی کل حدیثوں کے مقابلہ میں بیس کا عدد کالعدم ہے۔ تو پوری امت کے مقابلہ میں بیس کے عدد کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ لہذا انگریز دَور کے آنے سے پہلے کی اسلامی تاریخ سے

غیر مقلدین مسئلہ تین طلاق کی بابت اگر اپنے ہم نوا بیس بندے بھی تلاش کر لیں تو انہیں مجموعۂ اُمت کے مقابلہ میں کیا حاصل ہو گا؟ روپڑی صاحب کی تصریح کے مطابق یہ تعداد کالعدم کے درجہ میں ہے۔

بے سند اقوال کی حیثیت

غیر مقلدین نے افراد امت کی ہم نوائی باور کرانے کے لیے بہت سے لوگوں کے بے سند اقوال اپنی تائید میں پیش کئے ہیں جس کے کچھ نمونے اوپر آپ ملاحظہ فرمالئے۔اب چند عبارات ملاحظہ کریں جن میں بے سند حوالوں کی حیثیت بیان کی گئی ہے۔

شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔"

(مقالات:۵/۱۶۳)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"اور نہ بے سند روایات بیان کرنا جائز ہے۔"

(مقالات:۵/۴۹۶)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"اس واقعے کی کوئی صحیح یا حسن سند متصل موجود نہیں لہذا یہ روایت... بہتان ہے۔"

(مقالات:۵/۵۰۶)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"بے سند اقوال موضوع روایات سے بھی نچلا درجہ رکھتے ہیں اور سرے سے مردود ہوتے ہیں۔ بے سند اور جھوٹے اقوال وہی لوگ پیش کرتے ہیں جو بذاتِ خود انتہائی خطرناک قسم کے جھوٹے اور بے سند ہوتے ہیں۔"

(مقالات الحدیث صفحہ ۱۱۸)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"صحابہ کرام کے مقابلے میں ایک تابعی یا مجہول لوگوں کے عمل کی حیثیت ہی کیا ہے؟!"

(مقالات: ۵/ ۳۲۷)

علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔"

(نور العینین صفحہ ۲۹۳ طبع ۲۰۰۶ء)

علی زئی صاحب کی ان عبارتوں سے ثابت ہوا:

۱۔ بغیر سند والی بات مردود ہے۔

۲۔ بلا سند بات پیش کرنا جائز نہیں۔

۳۔ صحیح و حسن سند کے بغیر کسی کی طرف بات منسوب کرنا بہتان ہے۔

۴۔ "بے سند اقوال موضوع روایات سے بھی نچلا درجہ رکھتے ہیں۔"

۵۔ "بے سند اور جھوٹے اقوال وہی لوگ پیش کرتے ہیں جو بذاتِ خود انتہائی خطرناک قسم کے جھوٹے اور بے سند ہوتے ہیں۔"

جو جو غیر مقلدین اپنی تائید میں بلا سند اقوال پیش کرتے ہیں یا مجاہیل کے حوالے، تو وہ اپنی جماعت کے "محدث العصر" شیخ زبیر علی زئی کے مذکورہ اقوال پڑھ کر اپنی اوقات جان لیں۔

باب نمبر: ۱۴

غیر مقلدین کی قیاسی آراء کا جائزہ

غیر مقلدین کے ہاں قیاس و رائے سے فتوی دینا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ ان کے نزدیک اماموں اور صحابہ کرام بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے بھی حجت نہیں ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"میرا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ میں خدا، رسول کے کلام کو سند اور حجت شرعیہ مانتا ہوں۔ ان کے سوا کسی ایک یا کئی اشخاص کا قول یا فعل حجتِ شرعیہ نہیں جانتا۔"

(مظالم روپڑی صفحہ ۵۶ مشمولہ رسائل اہلِ حدیث جلد اول)

مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”سنئے جناب! بزرگوں کی، مجتہدوں اور اماموں کی رائے، قیاس، اجتہاد و استنباط اور ان کے اقوال تو کہاں؟ شریعت اسلام میں تو خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی طرف سے بغیر وحی الٰہی کے کچھ فرمائیں تو وہ بھی حجت نہیں۔“

(طریق محمدی: ۷۰ طبع اہلِ حدیث اکیڈمی مؤناتھ بھنجن یوپی)

اس کتاب پر تقریظ غیر مقلدین کے ”فضیلۃ الشیخ“ مولانا صفی الرحمن مبارک پوری کی ہے۔

مولانا بدیع الدین راشدی غیر مقلد لکھتے ہیں:

”جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اختیار نہیں تو دوسروں کو اپنی رائے یا قیاس استعمال کرنے کا کیا حق ہے۔“

(تنقید سدید صفحہ ۱۳۲)

راشدی صاحب نے مزید لکھا:

”قیاس ورائے قابل اعتماد نہیں اور ظاہر ہے کہ جو خطا کا محتمل ہو اس پر عمل کرنا خطرہ سے خالی نہیں۔“

(تنقید سدید صفحہ ۳۷۹)

راشدی صاحب قنوت وتر میں ہاتھ اُٹھانے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہاتھ اُٹھانے والے قنوتِ نازلہ میں ہاتھ اُٹھانے پر قیاس کرتے ہیں جیسا کہ خود امام احمد بن حنبل نے تسلیم کیا ہے۔ (مختصر قیام اللیل للمروزی) باقی کسی امتی کے کہنے کی بنا پر دوجہانوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں کوئی بات نہیں بڑھائی جائے گی، اگرچہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی اچھی ہی کیوں نہ ہو مگر وہ حقیقتاً بُری ہے کیوں کہ اگر وہ اچھی ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز ہم سے نہ چھپاتے۔ اس لیے کہ وہ خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے پاک رکھا ہوا ہے۔“

(نمازِ نبوی صفحہ ۳۹)

راشدی صاحب نے قنوت وتر میں ہاتھ اُٹھانے کو قیاس قرار دے کر اسے دین نبوی میں اضافہ کہا اور یہ

تاثر بھی دیا کہ قیاس سے ثابت شدہ چیز اگرچہ دیکھنے میں اچھی ہو مگر حقیقت میں وہ بُری ہوا کرتی ہے۔ بلکہ یہ دعویٰ بھی کر دیا کہ اسے مان لینے سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر الزام آتا ہے کہ انہوں نے اسے چھپا کر خیانت کی۔ (معاذ اللہ)

شیخ عبد اللہ دامانوی غیر مقلد نے لکھا:

”مقام غور ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات اور رائے کی پیروی بھی لازم نہ آئے تو پھر کسی اور شخص یا امام کی ذاتی ”آراء“ کس طرح دین بن سکتی ہیں۔“

(تقریظ: نور العینین صفحہ ۲۱)

دامانوی صاحب لکھتے ہیں:

”اتباع صرف اس کی ہے جو رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اس کے سوا کسی اور کی اتباع ممنوع ہے۔“

(عذابِ قبر کی حقیقت صفحہ ۲۵)

مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد ”سیدنا فاروق (رضی اللہ عنہ) کی سمجھ کا معتبر نہ ہونا“ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

”روایت عمر سچی ہے لیکن درایت (سمجھ) صحیح نہ تھی۔“

(شمع محمدی: ۲۲، ناشر ادارہ قرآن وحدیث کراچی)

صدیق رضا غیر مقلد نے لکھا:

”اپنے بنائے ہوئے امام کی بات، اُن کا قول و فعل سرے سے ”حجت شرعی“ نہیں۔“

(مقالات الحدیث صفحہ ۹۵)

مقالات الحدیث کے مندرجات شیخ زبیر علی زئی کے اتفاق اور نظر ثانی سے شائع ہوئے ہیں، جیسا کہ خود مذکورہ کتاب میں یہ بات صراحت کے ساتھ درج ہے۔

غیر مقلدین کی کتاب ”اصلی نماز حنفی“ میں لکھا ہے:

”مولویوں نے حجروں میں بیٹھ کر قیاس کے ذریعے نیا دین بنالیا۔“

(اصلی نماز حنفی صفحہ ۴۲)

غیر مقلدین کے ہاں جب ائمہ، صحابہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے حجت نہیں تو خود ان کی اپنی رائے اور ان کا قیاس بھی بطریقِ اولی حجت نہیں ہونا چاہیے۔ مزید یہ کہ جب ان کے نزدیک قیاس سے ثابت شدہ مسئلہ دین نبوی میں اضافہ بلکہ نیا دین بنانے کے مترادف ہے تو انہیں چاہیے کہ وہ قیاس کرنے سے باز آجائیں۔ مگر حیران کن بات ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنی رائے اور قیاس کو پیش کیا کرتے ہیں۔ اس کی تفصیلی گفتگو ہماری زیر ترتیب کتاب ''غیر مقلدین کا قیاسی دین'' میں ہے۔ یہ کتاب مجلہ راہ ہدایت پشاور میں قسط وار شائع ہو رہی ہے۔ البتہ مسئلہ طلاق کی بابت اُن کے قیاسات کا جائزہ یہاں لیا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق۔

اہل سنت والجماعت کو قیاس کی بھی تائید حاصل ہے

غیر مقلدین کے قیاسات کا جائزہ لینے سے پہلے یہ جان لیں کہ مسئلہ تین طلاق میں قیاس کی تائید بھی اہلِ سنت والجماعت کو ہی حاصل ہے۔ جیساکہ اس کا اعتراف بعض غیر مقلدین نے بھی کیا ہے۔ مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''اگرچہ حیض کی حالت میں طلاق دینا خلاف سنت اور حرام ہے، تاہم طلاق واقع ہو جاتی ہے۔''

اس عبارت پر یوں حاشیہ لکھا گیا:

''اسی طرح فقہاء یہ قیاس فرماتے ہیں کہ اگرچہ بیک مجلس تین طلاق دینی خلافِ سنت اور حرام ہے تاہم تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ قیاس کی حد تک تو ان کی بات درست معلوم ہوتی ہے۔''

(حاشیہ: ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۴۷)

غیر مقلدین کے قیاسات ناقابلِ سماعت ہیں

غیر مقلدین کے قیاسات میں ہر ایک قیاس کا جواب آئندہ صفحات میں الگ الگ طور پہ دیا جائے گا ان شاء اللہ۔ اس سے پہلے ہم کچھ اصولی باتیں درج کرتے ہیں۔ اسے یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ ہم یہاں غیر مقلدین کے سب قیاسات کا مجموعی جواب عرض کئے دیتے ہیں۔

ا۔ اوپر غیر مقلدین کے حوالہ جات منقول ہیں کہ ان کے نزدیک قیاس کرنا نہ تو جائز ہے اور نہ ہی اس سے ثابت شدہ مسئلہ حجت۔ لہذا اُن کی طرف سے قیاسات پیش کرنا خود اُن کے اپنے اصول کی رُو سے بھی غلط ہے۔

۲۔ ہماری اسی کتاب میں محدثین کے حوالہ جات درج ہیں کہ تین طلاقوں کا تین ہونا احادیث اور اجماع سے ثابت ہے اور غیر مقلدین کو یہ بات تسلیم ہے کہ احادیث و اجماع کے خلاف قیاس جائز نہیں ہے۔

مولانا عبد الباری فتح اللہ غیر مقلد اپنے ایک غیر مقلد کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

> ”سلف کے متفق علیہ قاعدہ ”نص کے خلاف کوئی بھی اجتہاد و قیاس فاسد الاعتبار ہوتا ہے۔“ کو آپ نے پامال کر دیا مگر آپ کی سلفیت پر اس سے کوئی آنچ نہ آئی۔“
>
> (مقدمہ صفۃ صلوۃ النبی مترجم صفحہ ۶۱، طبع انڈیا)

مولانا داود ارشد غیر مقلد لکھتے ہیں:

> ”قرآن و حدیث کے خلاف نہ اجماع ہو سکتا ہے، نہ ہی قیاس۔“
>
> (دین الحق: ۲/۶۴۳، تالیف مولانا داود ارشد، ناشر مکتبہ غزنویہ لاہور، تاریخِ اشاعت: دسمبر/۲۰۰۱ء)

داود ارشد صاحب نے اپنی کتاب ”تحفہ حنفیہ صفحہ ۳۹۹، نعمانی کتب خانہ لاہور، تاریخِ اشاعت: اپریل/۲۰۰۶ء“ میں اسی بات کو اہلِ حدیث کا موقف قرار دیا جیسا کہ ہم اپنی اسی کتاب کے باب: ”تین طلاقوں کے تین ہونے پر اجماع کے حوالے“ میں عبارت نقل کر دی ہے۔

۳۔ غیر مقلد ٹولہ سلفی ہونے کا دعوے دار ہے اس لئے اُن سے سوال ہے کہ کیا اسلاف نے غیر مقلدین کی طرح قیاسی موشگافیاں کر کے تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہے؟ کیا اِسلام کی ابتدائی چھ صدیوں کے اسلاف میں سے کسی ہستی کا نام پیش کر سکتے ہیں جنہوں نے غیر مقلدین کے اختیار کردہ یہ قیاسات اپنی کتاب میں لکھے ہوں۔

ہماری معلومات کے مطابق غیر مقلدین کے اکثر قیاسات حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے لئے گئے ہیں۔ مگر مجموعہِ اسلاف کے مقابلہ میں حافظ صاحب مذکور کا کیا تناسب بنتا ہے؟ پھر مزید یہ کہ اُن سے متقدم محدثین و اسلاف نے تین طلاقوں کے تین ہونے کا نظریہ اپنایا ہے۔ اور شیخ زبیر علی زئی غیر مقلد نے واضح لفظوں میں کہہ دیا کہ متقدمین کے مقابلہ میں قولِ متاخرین کی کوئی حیثیت نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> ”متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کی بات کب قابلِ مسموع ہو سکتی ہے۔“

(نور العینین صفحہ ۱۳۷، مکتبہ اسلامیہ، طبع جدید، سنِ اشاعت: اکتوبر، ۲۰۱۲ء)

علی زئی صاحب کی اس عبارت کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ متقدمین (اسلاف: فقہاء اور محدثین) کے مقابلہ میں غیر مقلدین اور حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے قیاسات ناقابلِ سماعت ہیں۔

مسئلہ طلاق کو نماز کے اوقات پر قیاس

مولانا امین محمدی غیر مقلد اپنے 'مقالہ'' میں کہتے ہیں:

''سوال کرو کہ دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں کیا فجر کے وقت سارے دن کی پانچ نمازیں اکٹھی پڑھنا جائز ہے۔ اور اگر نہیں تو کوئی شخص فجر کے وقت ہی تمام نمازیں پڑھ لے تو ساری نمازیں ہو جائیں گی یا صرف ایک ہی ہو گی۔''

(مقالہ بحوالہ جواب مقالہ صفحہ ۱۳۸)

الجواب:

محمدی صاحب نے طلاقوں کو نماز پر قیاس کیا جس طرح اکٹھی نمازیں پڑھنے سے ایک ہوتی ہے، اسی طرح اکٹھی طلاقیں دینے سے بھی ایک ہو گی۔ پہلی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے ہاں خاص کر حلال و حرام کے مسئلہ میں قیاس حجت نہیں جیسا کہ آگے ''البیان المحکم'' کے حوالہ سے منقول ہو گا ان شاء اللہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ نمازوں کو اپنے اپنے وقت پر پڑھنے کے لیے قرآنی حکم موجود ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا۔ آگے حضرت مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن دام ظلہ کی سنیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''نمازوں کے اوقات ان کے لئے اسباب ہیں کہ اس سے پہلے نماز جائز نہیں بلکہ فاسد اور غیر معتبر ہے جب کہ طلاق کے لیے کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے کہ اس وقت سے اس کو مقدم کرنا غیر معتبر ہو۔ اس لیے جناب محمدی صاحب کا طلاق کو نمازوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔''

(جواب مقالہ صفحہ ۱۳۹)

تیسرا یہ کہ غیر مقلدین کے ہاں تو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امر تسری فٹ بال کھیلنے والوں کو مسئلہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کھیلنے والوں کو چاہیے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کرلیں کہ نماز کے وقت کھیل کو چھوڑ دیں۔ وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملالیں۔"

(فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۶۳۲)

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ مِنْ غَیْرِ عُذْرٍ وَّلَا سَفَرٍ وَّلَا مَطَرٍ جَائِزٌ عِنْدَ اَھْلِ الْحَدِیْثِ۔"

(ھدیۃ المھدی: ۱/ ۱۰۹)

ترجمہ: بغیر عذر، بغیر سفر اور بغیر بارش کے نمازوں کو اکٹھے پڑھنا اہلِ حدیث کے ہاں جائز ہے۔"

اوقاتِ نماز پر ایک اور صاحب کا قیاس

حافظ عبد الغفور غیر مقلد (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث سرگودھا) لکھتے ہیں:

"ایک آدمی فجر کے وقت ظہر اور عصر کی نماز بھی پڑھ لیتا ہے تو اس کی وہی ایک نماز فجر ادا ہو گی جو اس نے وقت پر پڑھی ہے۔ باقی دو نمازیں اس نے بے مقصد پڑھیں کیوں کہ ان کا ابھی وقت نہیں تھا۔ اسی طرح جو شخص پہلے ماہ میں تینوں طلاقیں دے دیتا ہے اس کی ایک طلاق شمار ہو گی کیوں کہ پہلے ماہ میں پہلی طلاق کا وقت ہے، باقی کا نہ وقت اور نہ شمار ہوں گی۔"

(البیان المحکم صفحہ ۵۳)

الجواب:

اول: خطیب صاحب خود ہی لکھ چکے کہ:

"حلت و حرمت کے مسئلہ میں نص صریح ہونی چاہیے۔ رائے قیاس اور تاویل سے ایسے اہم مسئلے طے نہیں ہوتے۔"

(البیان المحکم صفحہ ۲۷)

اپنے اس اصول کے خلاف خود ہی قیاس کر رہے ہیں۔

نیز اگر طلاق کے وقت کو مدار بنانا ہے تو پھر حالتِ حیض میں طلاق واقع نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ حالت

حیض طلاق دینے کا وقت نہیں مگر غیر مقلدین کی اکثریت کے نزدیک ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہماری اسی کتاب کا "باب:۱۶، غیر شرعی طلاق کا وقوع" دیکھئے۔

اسی طرح تین اکٹھی طلاقیں دینا بھی ممنوع ہے مگر واقع ہو جانی چاہییں۔ مزید یہ کہ اکٹھی تین طلاقوں کے لیے شرع میں کوئی وقت جواز نہیں ہے، آپ کے قیاس کی رُو سے تو اکٹھی تین طلاقیں دینے کی صورت میں تو ایک طلاق بھی نہیں ہونی چاہیے۔

مدخولہ کو غیر مدخولہ پر قیاس

قاضی شوکانی نے کہا:

> "جب غیر موطوِۃ کی تین متفرق طلاقیں ایک سمجھی جاتی ہے تو موطوِۃ کی بھی اسی طرح ایک ہی سمجھی جائے گی۔"

(نیل الاوطار:۶/۲۴۸)

الجواب:

یہ قیاس اس لیے غلط ہے کہ جس عورت سے ہم بستری نہیں کی گئی اسے کوئی "تجھے طلاق دی" کہتا ہے تو وہ بیوی اس سے بالکل جدا ہو جاتی ہے۔ (فتاوی نذیریہ:۳/۴۷)

اس کے بعد وہ دوسری طلاق کا محل نہیں رہتی اور اس کے بالمقابل جس سے ہم بستری ہو چکی ہو وہ ایک طلاق کے بعد دوسری اور پھر تیسری طلاق کا محل رہتی ہے۔ جب اسے تین طلاقیں دی جائیں تو وہ ان سے بائنہ ہو جاتی ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں:

> "جس عورت سے صحبت نہ کی ہو وہ ایک ہی طلاق میں بائن ہو جاتی ہے اور جس سے صحبت کر چکا ہے وہ تین طلاق میں بائن ہوتی ہے۔"

(شرح موطا امام مالک صفحہ ۳۸۲)

لہذا مدخولہ کو غیر مدخولہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

طلاق الحائض اور ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کو نماز پر قیاس

رئیس محمد ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اگر طلاق کے وقت مقررہ کے خلاف بحالت حیض و نفاس طلاق دی تو بھی طلاق اسی طرح باطل و مردود ہو گی جس طرح آج کی ظہر کی نماز کے وقت آنے والے کل کی نماز پڑھنے سے کل والی نماز ظہر باطل قرار پائے۔ اس کا حاصل یہ نکلا کہ بحالت حیض دی ہوئی طلاق باطل اور بحالت طہر ایک سے زائد دی ہوئی طلاقیں بھی باطل اور لغو ہو کر صرف ایک طلاق واقع ہو گی۔"

(تنویر الآفاق فی مسئلۃ الطلاق صفحہ ۳۱۶)

الجواب:

طلاق الحائض کے عدم وقوع کو نماز پر قیاس کرنا کئی وجوہ سے غلط ہے:

۱۔ احادیث کے مطابق حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اس لئے ندوی صاحب کا یہ قیاس احادیث کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر "حدیث کے خلاف قیاس" کے تحت مولانا مبشر احمد ربانی غیر مقلد نے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی رائے کو خلافِ نص قرار دیا ہے۔ جس طرح حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا قیاس نص (حدیث) کے خلاف ہے، اسی طرح ندوی صاحب وغیرہ اُن آلِ غیر مقلدیت کا قیاس بھی خلافِ نص ہے جو حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کا وقوع تسلیم نہیں کرتے۔ اور جو قیاس نص کے خلاف ہو اس کی حیثیت کیا ہوتی ہے اور ایسے قیاس کرنے والے کا کیا مقام ہوتا ہے، اسے غیر مقلدین کی زبانی ہم اپنی کتاب "غیر مقلدین کا قیاسی دین" میں باحوالہ نقل کر چکے ہیں۔

۲۔ اوپر مولانا عبد الغفور غیر مقلد کی عبارت منقول ہو چکی کہ حرام و حلال کے مسئلہ میں قیاس کافی نہیں ہوتا۔

۳۔ غیر مقلدین کے ہاں تو دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ علامہ وحید الزمان کی تصریح کے مطابق اہلِ حدیث کی علامت ہے۔

"اَلْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ مِنْ غَیْرِعُذْرٍ وَلَا سَفَرٍ وَلَا مَطَرٍ عِنْدَ اَھْلِ الْحَدِیْثِ۔"

(هدية المهدی: ۱/۱۹۰)

ترجمہ: اہلِ حدیث کے نزدیک بغیر عذر، بغیر سفر اور بغیر بارش کے دو نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔"

اور مولانا ثناء اللہ امر تسری کا فتوی ہے کہ فٹ بال کھیلنے کے لئے عصر کو نماز کو ظہر کے وقت میں پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/۳۶ا)

غیر مقلدین کے ہاں جس طرح ایک وقت میں دو نمازیں پڑھنا درست ہے، اسی طرح ایک وقت کی تین طلاقوں میں سے دو کا واقع ہونا اُن کے قیاس کے مطابق صحیح ہونا چاہیے مگر غیر مقلدین تو ایک طلاق کے وقوع کو مانتے ہیں بس، نہ کے دو کے وقوع کو۔

مزید یہ کہ غیر مقلدین کے ہاں ایک ماہ میں کئی بار مثلاً آٹھ دس مرتبہ دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا جائز ہے تو جمع بین الصلوٰتین پہ قیاس کرتے ہوئے ایک طہر میں کئی بار الگ الگ مجالس میں دی جانے والی تین طلاقوں میں سے ایک ایک طلاق واقع ہو جانی چاہیے مگر وہ اس قیاس کو نہیں مانتے بلکہ یہ رائے رکھتے ہیں ایک ہی طہر میں اگرچہ کئی مواقع اور متعدد مجالس میں تین طلاقیں دی ہوں تو وہ صرف ایک ہی ہو گی۔ بلکہ بعض غیر مقلدین کے ہاں تو اگر پچھلی طلاق سے رجوع نہ کیا ہو تو اگلے طہروں میں دی جانے والی طلاق بھی کالعدم ہے۔

تین طلاق دینے والوں کے لیے قیاس سے سزا کا تعین

مولانا عبد الرحمن کیلانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"میرے خیال میں یک بارگی تین طلاق کی سزا کو ظہار کی سزا یا کفارہ پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۱۰۳)

کیلانی صاحب آگے لکھتے ہیں:

"دور نبوی میں یہ جرم چوں کہ محدود پیمانہ پہ تھا، لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہِ شفقت اس کا کوئی کفارہ مقرر نہ فرمایا...اس کا کفارہ ظہار کے مطابق ہونا چاہیے یعنی غلام آزاد کرنا یا متواتر دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔"

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۱۰۴)

کیلانی صاحب مزید لکھتے ہیں:

”اس کا کفارہ ظہار کے مطابق ہونا چاہیے یعنی غلام آزاد کرنا یا متواتر دو ماہ کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ آج کل غلامی کا دَور بیت چکا، لہٰذا یہ شق خارج اَز بحث ہے۔ پھر آج کل افراط کی وجہ سے اکثر لوگوں کے لیے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی سزا کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ اندریں صورت میرے خیال میں متواتر دو ماہ روزے فی الحقیقت ایسا کفارہ ہے جس سے مجرم کو اور دوسروں کو بھی عبرت حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر ایک آدمی کو ایسی سزا مل جائے تو عوام الناس کو یقیناً اس بات کا فوری طور پر علم ہو جائے گا کہ بیک وقت تین طلاق دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ لوگ شرعی طریقہ طلاق سیکھ کر اسے اپنا لیں گے۔“

(ایک مجلس کی تین طلاقیں اور ان کا شرعی حل صفحہ ۱۰۴)

الجواب:

کیلانی صاحب کو اعتراف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاق دینے والے پر کفارہ مقرر نہیں فرمایا، پھر بھی وہ کفارہ لازم قرار دینے کی بات کر رہے ہیں۔ پھر انہوں نے اس کفارہ کو کفارہ ظہار پر قیاس کیا، پھر ظہار کے کفارے میں سے مسکینوں کو کھانا کھلانے کی شق کو رد کر دیا یعنی مقیس علیہ مسئلے کا ایک جز خود ہی ناقابل عمل قرار دے دیا۔

نیز کیلانی صاحب نے اس طرف غور نہیں کیا جب ان کے مذہب میں تین طلاق دینا ایک رجعی طلاق ہے، رجوع کے بعد عورت بدستور اس کی بیوی ہے تو کیا طلاق دینے والا متواتر دو ماہ روزے رکھنے کا آپ کا قیاسی مسئلہ قبول کرے گا؟ ہاں اگر آپ اسے یہ حکم دیں کہ جب تک متواتر دو ماہ کے روزے نہ رکھیں تب تک رجوع کی اجازت نہیں، تب اس کی مجبوری ہو گی کہ وہ روزے رکھے۔ مگر یہاں یہ مشکل پیش آسکتی ہے کہ دو ماہ کے روزے مکمل ہونے پر رجوع کی مدت یعنی عدت ہی ختم ہو جائے۔ کیوں کہ مطلقہ کی عدت تین حیض ہیں دو ماہ میں بھی تین حیض آسکتے ہیں اس طرح کہ پہلا حیض طلاق کے فوراً بعد شام کو یا اگلے دن آجائے۔

جان بوجھ کر روزہ توڑ دینے کا کفارہ متواتر دو ماہ روزے رکھنا جو کہ قرآن میں منصوص ہے لوگ اسے اپنانے کی بجائے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔ تو کیا لوگ آپ کے قیاسی فتوے پر عمل پیرا ہوتے ہوئے متواتر دو ماہ روزے رکھیں گے؟ کیلانی صاحب کے اس قیاسی مسئلہ پر آج تک کسی غیر مقلد نے عمل کیا ہے، صرف

ایک ہی آدمی بتادیا جائے جس نے اسے اختیار کیا ہو؟ اگر کسی ایک نے بھی عمل نہیں کیا تو یہ کہنا بجا ہے کہ ان کا یہ قیاسی مسئلہ صرف کتاب کی زینت ہے عملاً اس کا کوئی وجود ہی نہیں۔

تکرار طلاق کو تکرار نکاح پر قیاس

بعض غیر مقلدین کہتے ہیں جس طرح بوقت نکاح تین بار ''قبول، قبول قبول ہے'' کہنے سے تین کی بجائے ایک نکاح ہوتا ہے، اسی طرح تین بار طلاق کہنے سے طلاق بھی ایک ہوتی ہے۔ یہ قیاس غیر مقلدین کے خطیب سید سبطین شاہ نقوی نے بھی اپنی تقریر میں پیش کیا ہے۔

الجواب:

مدثر کلیم سبحانی غیر مقلد کے مرتب کردہ مضمون ''سٹیج کے اداکاریا...'' میں ہے:

''چٹکلے بازی عام ہونے لگی۔ مطالعہ کے فقدان کی وجہ سے کئی خطیب حضرات تو اخبار کے اسلامی صفحے سے خطبات تیار کرنے لگے۔ ضعیف روایات کی بھرمار ہوگئی۔ اُمت صحیح دلائل سے دُور ہوتی گئی۔ مثال کے طور پر ہمارے دلائل کچھ ایسے ہوگئے کہ اگر کسی خطیب صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک مجلس میں تین دفعہ طلاق کہنے سے ایک طلاق واقع ہوتی ہے اس کی دلیل کیا ہے؟ خطیب صاحب فرمانے لگے: جب آپ کا نکاح ہوا تھا تو مولوی صاحب نے تین دفعہ قبول قبول قبول کہلوایا تھا نکاح کتنے ہوئے؟ عوام زور سے بولی: ایک نکاح ہوا تو مولوی صاحب نے کہا: جن تین دفعہ کی قبول سے نکاح ایک ہوا تو تین دفعہ کی طلاق سے طلاق بھی ایک ہی ہوئی، لوجی! نعرہ لگ گیا، نعرہ تکبیر۔ اللہ اکبر۔ للکار للکار ہے شیر کی للکار ہے۔ بہرحال جب مشائخ کو سٹیج سے دُور کر دیا گیا تو سٹیج کی آبرو پامال ہونا شروع ہوگئی اور اس کو سنبھالنے والا کوئی نہ تھا، جہلاء دندلانے لگے۔ اہل علم کو ہم نے مدرسہ میں تدریس تک محدود کر دیا کہ شیخ صاحب کی گفتگو طالب علموں کو ہی سمجھ آتی ہے، ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ بس پھر آج یہ دن ہے کہ سٹیج پر قرآن غلط پڑھا جارہا بلکہ منہج تک کا علم نہیں، ایسی ایسی فضولیات سامنے آرہی ہیں کہ الامان والحفیظ۔''

(ماہنامہ علم وآگہی فیصل آباد ربیع الثانی ۱۴۴۴ھ / نومبر ۲۰۲۲ء صفحہ ۱۷)

مدثر کلیم سبحانی کی اس تردید کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس عبارت سے مذکورہ قیاس کرنے

والوں کی اپنی حیثیت بھی متعین ہوگئی۔

طلاق کو لعان کی چار قسمیں اُٹھانے پر قیاس

غیر مقلدین کے فتاوی میں "مسک الختام" کے حوالہ سے لکھا:

"جو تین بار طلاق کا مکلف ہو وہ ایک بار تین طلاق کہہ دینے سے تین نہیں سمجھے گا، مثلاً اگر کوئی لعان میں کہے میں خدا کی قسم اُٹھا کر چار گواہیاں دیتا ہوں کہ میں سچا ہوں تو یہ ایک گواہی ہے، نہ چار۔"

(فتاویٰ نذیریہ: ۴۵/۳)

الجواب:

یہ قیاس حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے لیا گیا، انہوں نے یہ قیاس اغاثۃ اللفہان :۳۰۱/۱میں تحریر کیا۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اِس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اس سے بھی استدلال تام نہیں ہے جس کی تفصیل یوں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام لگائے تو قرآن وحدیث کی تصریح کے مطابق اس کو چار گواہ قائم کرنے پڑیں گے۔ اگر تین گواہ ہوں اور چوتھا مہیا نہ ہو سکے تو الزام لگانے والے کو اَسی ۸۰ کوڑے سزا ہوگی اور یہ حکم منصوص ہے۔ اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کا الزام عائد کرتا ہے اور گواہ موجود نہیں تو اس صورت میں لعان ہوگا جو ایسی شہادت اور گواہی کا نام ہے جس میں قسمیں لعنت کے لفظ سے ملی ہوئی ہوں اور یہ لعان خاوند کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے اور عورت کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہے اور حد قذف اور حد زنا دونوں حدود کی مد ہیں اور آپ اس کو یوں سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چار شہادتیں چار گواہوں کے عوض میں ہیں ان میں الگ الگ چار گواہ مطلوب ہیں تین سے بھی کام نہیں چل سکتا تو پھر لعان میں شہادتیں بھی ایسی ہی سمجھئے۔ علاوہ اَزیں حدود میں معمولی شبہ کی بنا پر بھی حد کو ٹال دیا جانا شرعاً مستحسن ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِدْرَءُوا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ الحدیث (الجامع الصغیر: ۱۴/۱ وقال صحیح) کہ مسلمانوں سے جتنا بھی

تمہارے بس میں ہو حدود کو ٹال دو یعنی معمولی شک اور شبہ بھی ہو تو سزا نہ دو تو اس پر تین طلاقوں کے ایک ہونے کا قیاس باطل و مردود ہے کیوں کہ طلاق تو مسخرہ سے بھی واقع ہو جاتی ہے اور جب ان میں اتنا واضح فرق موجود ہے تو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں ہے“

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۱۲۱)

طلاق کو تسبیح کی گنتی پر قیاس

غیر مقلدین کے فتاوی میں لکھا ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو بار پڑھے۔ تو اگر کوئی کہے سبحان اللہ وبحمدہ سو بار تو وہ سو بار نہیں ہو گا بلکہ ایک بار ہو گا۔“

(فتاویٰ نذیریہ: ۴۵/۳)

الجواب:

مدعیان اہلِ حدیث اس قیاس میں بھی حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے پیچھے چلے ہیں، اس طرح کا قیاس انہوں نے اغاثۃ اللفہان : ۳۰۱/۱، اور زاد المعاد: ۵۳/۴ میں پیش کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

”حافظ ابن القیمؒ کا یہ فرمانا بھی بالکل بے جا اور بے کار ہے۔ اوّلاً: اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ذِکر فی نفسہ مطلوب و محمود ہے پھر اس پر طلاق جیسی مبغوض چیز کا قیاس کرنا بے سود ہے۔ وثانیاً: اللہ تعالیٰ کے ذِکر اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے کی کوئی آخری حد مقرر نہیں ہے وہ جتنا زیادہ ہو اتنا ہی پسندیدہ ہے اور ارشاد خداوندی یہ ہے کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا اور صبح و شام دِن اور رات ہر وقت اور قیام و قعود اور کروٹ پر لیٹے ہوئے ہر حالت میں مطلوب ہے۔ اس پر طلاق کو قیاس کرنا جس کی شرعاً حد مقرر ہے اور آخری حد تین ہے اور ہے بھی مبغوض بعید از انصاف ہے۔ وثالثاً: آں حضرت صلی للہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تسبیح یوں بھی ادا فرمائی ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ، اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس کی مخلوق کی گنتی کے عدد میں۔ (ترمذی

جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ وقال حسن صحیح) اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہؓ بنت حی کے پاس گئے تو دیکھا کہ ان کے سامنے کھجور کی چار ہزار گھٹلیاں پڑی ہیں اور وہ ان پر تسبیح پڑھ رہی ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں نے تیرے پاس کھڑے ہو کر اس سے زیاد تسبیح پڑھ لی ہے، وہ فرمانے لگیں۔ حضرت مجھے بھی اس کی تعلیم دیں آپ نے فرمایا کہ: قُوْلِیْ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ مِنْ شَیْءٍ، تو کہہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے ہر اس مخلوق کی گنتی کے برابر جو اُس نے پیدا کی ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۵۴۷ قال الحاکمؒ والذھبیؒ صحیح) اور ایک روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: قُوْلِیْ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْض الخ تو کہہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس مخلوق کی تعداد کے برابر جو اُس نے آسمان میں پیدا کی ہے اور اس مخلوق کی تعداد میں جو اُس نے زمین میں پیدا کی ہے۔ (مستدرک جلد ا ۵۴۸، سکت عند الحاکمؒ وقال الذھبی صحیح) اور جامع المسانید صفحہ ۱۱۶ میں ہے: سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ، سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا اَحْصٰی فِیْ کِتَابِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ الخ ان صحیح حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ کہنے سے بھی اللہ تعالی کی ساری مخلوق کی گنتی کی مقدار میں تسبیح ادا ہو جاتی ہے۔ ورنہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ہر گز نہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کی گنتی کی مقدار پر سبحان اللہ اور اسی طرح اس مخلوق کی الگ الگ شمار فرماتے مثلاً تمام انسانوں سے ایک ایک کا نام لیتے اور اسی طرح فرشتوں اور جنوں میں سے ایک ایک شمار کرتے اور حتی کہ آسمان وزمین کے ایک ایک ذرہ کو جدا جدا گنتے۔ علاوہ اَزین معمولی سمجھ والا آدمی بھی اس امر کو بخوبی جانتا ہے کہ عدد اور گنتی میں جب دہائی، سینکڑہ اور ہزار وغیرہ ذِکر کیا جاتا ہے تو یوں نہیں کرتے کہ ایک ایک اکائی کو الگ الگ اور جدا جدا بیان کریں بلکہ ایک ہی دفعہ دس یا سو، یا ہزار وغیرہ کہا جائے تو اس کو ایک نہیں قرار دیا جاتا اور نہ کہا جاتا ہے کہ چوں کہ ایک دفعہ اس نے مثلا سو کہہ دیا ہے، لہذا یہ ایک ہی تصور ہو گا بلکہ اس کو سو ہی سمجھا جاتا ہے اگر چہ وہ ایک ایک کر کے سو نہ کہے بلکہ دفعۃً سو کہہ دے یہی حال تین طلاقوں کا سمجھئے۔ ہاں عیسائیوں کے قاعدے کے

مطابق تین کا ایک ہونا کوئی بعید بات نہیں ہے۔"

(عمدۃ الاثاث صفحہ ۱۲۱ تا ۱۲۳)

مسئلہ طلاق کو الفاظِ قسم پر قیاس

کچھ لوگ مسئلہ طلاق کو الفاظ قسم پر قیاس کیا کرتے ہیں کہ جس طرح بیک وقت تین قسمیں کھانا ایک قسم شمار ہوتی ہے، اسی طرح ایک ہی وقت میں دی گئی تین طلاقیں بھی ایک طلاق شمار ہونی چاہیے۔ غیر مقلدین کے فتاوی میں لکھا ہے:

"اور اگر قسامت میں کوئی آدمی کہے، میں خدا کی قسم کھا کر پچاس قسمیں اٹھاتا ہوں تو وہ پچاس نہ ہوں گی بلکہ ایک قسم ہو گی۔"

(فتاویٰ نذیریہ: ۳/۴۵)

الجواب:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام ظلہ لکھتے ہیں:

"جو حضرات اکھٹی دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرتے ہیں، ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھائے کہ "احلف بالله ثلا ثا۔" (یعنی میں تین بار اللہ کی قسم کھاتا ہوں) تو یہ ایک ہی قسم شمار ہو گی، تین نہیں ہوں گی، تو پھر طلاق دینے والے کا بھی یہی حکم ہونا چاہیے۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ طلاق کو قسم پر قیاس کرنا درست نہیں، اس لئے کہ دونوں میں فرق ہے، وہ فرق یہ ہے کہ طلاق دینے والا انشاء طلاق کرتا ہے اور شریعت نے طلاق کی آخری حد تین قرار دی ہے، لہذا جب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ "انت طالق ثلا ثا" تو گویا اس نے یہ کہا "انت طالق جميع الطلاق "یعنی تجھے تمام طلاقیں دیتا ہوں۔ لیکن جہاں تک قسم کھانے والے کا تعلق ہے تو اس قسم کی کوئی آخری حد مقرر نہیں ہے اس لئے طلاق اور قسم میں فرق ہے۔"

(فقہی مقالات ۳/۲۱۰، میمن اسلامک پبلشرز)

شوہر کو وکیل پر قیاس

بعض غیر مقلدین کہتے ہیں اگر ایک آدمی نے دوسرے کو وکیل بنایا کہ تو میری بیوی کو میری طرف سے

ایک طلاق دے اس نے تین طلاقیں دیں تو ایک طلاق واقع ہو گی، اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بیک وقت ایک طلاق دینے کا اختیار دیا ہے اور اس نے تین طلاقیں دیں تو وہ بھی ایک ہو گی۔

الجواب:

حضرت مولانا منیر احمد منور دام ظلہ لکھتے ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ طلاق دہندہ شوہر کا وکیل پر قیاس کرنا درست نہیں کیوں کہ وکیل اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے مؤکل کے حکم کے مطابق کام کرے گا تو وہ کام صحیح اور معتبر ہے اور اگر اس کے خلاف کرے گا تو اس کام کا اعتبار نہ ہو گا، نہ وہ مؤکل پر لازم ہو گا۔ جب کہ شوہر طلاق اپنے لئے دیتا ہے وہ کسی دوسرے کے لیے یا اللہ تعالیٰ کا وکیل بن کر اللہ تعالیٰ کے لیے طلاق نہیں دیتا اور جب آدمی خود اپنا کام کرے تو وہ جس طرح بھی کرے اس پر وہ فعل لازم ہو جاتا ہے مثلاً مؤکل نے وکیل کو کہا سفید رومال خرید کر، وہ سرخ رومال لے آیا تو مؤکل پر اس کا لینا لازم نہیں لیکن خود آدمی جس رنگ کا بھی رومال خرید کرے، وہ اس پر لازم ہو جائے گا اور اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ اتنے واضح فرق کے باوجود شوہر کو وکیل پر قیاس کرنا کج فہمی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ پہلے وکیل کو طلاق دینے کا اختیار نہ تھا شوہر نے اس کو وکیل بنا کر طلاق دینے کا اختیار تفویض (سپرد) کیا ہے اور قانون یہ ہے کہ وکیل وہی کام کر سکتا ہے جس کا اس کو اختیار دیا ہے، اس لئے وہ ایک ہی طلاق دے سکتا ہے تین طلاقیں نہیں دے سکتا۔ اس وجہ سے وکیل کے تین طلاقیں دینے کے باوجود ایک طلاق واقع ہوئی، نہ اس لئے کہ تین طلاقیں ایک ہیں۔ ہاں اگر طلاق دہندہ اپنے وکیل کو تین طلاق دینے کا اختیار دے دے اور وہ اکٹھی تین طلاقیں واقع کرے تو وہ تین ہی شمار ہوں گی۔"

(حرام کاری سے بچیئے صفحہ ۳۸۶،۳۸۵)

مزید یہ کہ غیر مقلدین کے اس قیاس کا حاصل یہ ہے کہ چوں کہ تین طلاقیں دینے کا اختیار اللہ نے آدمی کو نہیں دیا اس لئے تین واقع نہ ہوں۔ عرض ہے کہ پھر تو ایک بھی واقع نہ ہو۔ اسی طرح بلا وجہ طلاق دینے، ہنسی مذاق میں طلاق دینے کی بھی اللہ کی طرف سے اجازت نہیں تو اس صورت میں غیر مقلدین کے قیاس کے مطابق

طلاق نہیں واقع ہونی چاہیے۔ جب کہ وہ بھی ایسی طلاق کا وقوع مانتے ہیں۔ نیز حالتِ حیض میں بھی شوہر کو طلاق دینے کا اللہ نے اختیار نہیں دیا تو قیاسِ غیر مقلدیت کے مطابق حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع نہ ہو جب کہ غیر مقلدین کی اکثریت کے نزدیک ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ حوالہ جات ہماری اسی کتاب کے ''باب:۱۶، غیر شرعی ربدعی طلاق کا وقوع غیر مقلدین کی زبانی'' میں منقول ہیں۔

سات کنکریوں پر مسئلہ طلاق کو قیاس

بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی اکٹھی سات کنکریاں جمرات کو مارے تو وہ ایک کنکری شمار ہوتی ہے۔ اسی طرح کوئی تین طلاقیں دے تو ایک واقع ہونی چاہیے۔

الجواب:

۱۔ حج عبادت ہے، جب کہ طلاق احکامِ عقود میں سے ہے، دونوں میں فرق ہے، لہذا طلاق کو حج کے مسئلہ پر قیاس کرنا درست نہیں۔ حج میں زبان سے نیت کی جاتی ہے تو کیا غیر مقلدین اس پر نماز کی نیت کو قیاس کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟ اگر نہیں تو وجہ فرق بتائیں کہ نماز کی نیت کو حج کی نیت پر قیاس کرنا درست کیوں نہیں اور طلاق کے مسئلہ کو حج کے مسئلہ پر قیاس کرنا درست کیوں ہے؟

۲۔ حج کے مسئلہ میں سات کنکریاں مارنا مطلوب ہے جب کہ طلاق کے مسئلہ میں تین طلاقیں دینا مطلوب نہیں۔ بلکہ یہاں مطلوب تو بیوی کو نکاح سے جدا کرنا ہوتا ہے چاہے اکٹھی تین طلاقیں دے کر ہو یا الگ الگ دینے کی صورت میں۔ لہذا غیر مطلوب کو مطلوب پر قیاس کرنا درست نہیں۔

طلاق کا اذان کے کلمات پر قیاس

شیخ مختار احمد ندوی غیر مقلد (ناظم جمعیت اہلِ حدیث بمبئی) لکھتے ہیں:

> ''اذان دیتے وقت اللہ اکبر چار مرتبہ دہرانے کے بجائے پہلی ہی بار کہہ دیں ''اللہ اکبر اربع مرات'' تو اس سے اذان پوری نہ ہوگی جب تک چار مرتبہ نہ اسی کلمہ کو دہرائیں۔''

(مجموعہ مقالات دربارہ ایک مجلس کی تین طلاق صفحہ ۸۸، ناشر: نعمانی کتب خانہ اردو بازار لاہور)

الجواب:

غیر مقلدین کا یہ قیاس بھی درست نہیں۔

اول یہ کہ اذان عبادت ہے جب کہ طلاق عقود میں سے یعنی اس کے ذریعہ عقدِ نکاح کو ختم کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

دوم:اللہ اکبر اربع مرات کہنے سے تو ایک ''اللہ اکبر'' بھی سنت کے مطابق ادا نہیں ہو گا،اس لئے غیر مقلدین کے اس قیاس کے مطابق اکٹھی تین طلاقیں دینے سے ایک بھی سنت کے مطابق واقع نہ ہونی چاہیے،جب کہ وہ ایسی صورت میں ایک طلاق کے واقع ہونے کے قائل ہیں۔ گویا یہ قیاس خود غیر مقلدین کے نظریہ کے خلاف ہے۔

حدیث کے خلاف قیاس

ہماری اس کتاب کے ''باب:۱۶، غیر شرعی طلاق کا وقوع''میں احادیث درج ہیں کہ حالتِ حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(مفہوم و خلاصہ)

مگر افسوس کہ حالت حیض میں دی گئی طلاق کو واقع نہ ماننے والے لوگ حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔

مولانا مبشر ربانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں نے یہاں قیاس سے کام لیا ہے جیسا کہ ابن قیم وغیرہ ہیں لیکن نص کے مقابلے میں قیاس فاسد الاعتبار ہے ملاحظہ ہو(فتح الباری۹/۳۵۵)''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۳۷۵)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی طرح غیر مقلدین کا بھی ایک گروہ حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کا وقوع نہیں مانتا۔ حوالہ جات ہماری اسی کتاب کے ''باب:۲۱، مسئلہ تین طلاق میں غیر مقلدین کی تضاد بیانیاں''میں دیکھ سکتے ہیں۔ ایک حوالہ اس باب میں پیچھے ''حالتِ حیض میں دی جانے والی طلاق کو نماز پر قیاس''عنوان کے تحت بھی درج ہے۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا عجیب قیاس

اس باب میں غیر مقلدین کے قیاسات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ غیر مقلدین اس مسئلہ میں چوں کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے خوشہ چین ہیں،اس لئے آخر میں اُن کا قیاس بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر کے دعوتِ فکر دیتے ہیں۔

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اپنے مذہب کے مطابق تین طلاقوں کے ایک ہونے پر قیاسی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وَاَمَّا الْقِیَاسُ فَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ جَمْعَ الثَّلَاثِ مُحَرَّمٌ وَّ بِدْعَةٌ وَّالْبِدْعَةُ مَرْدُوْدَةٌ لِاَنَّهَا لَیْسَتْ عَلٰی اَمْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔“

(زاد المعاد: ۴/ ۵۵)

ترجمہ: اور رہا قیاس تو ابھی گزر چکا کہ تین طلاق یک مشت دینا حرام اور بدعت ہے اور بدعت مردود ہوتی ہے کیوں کہ وہ طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔

الجواب:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وَالثَّانِیْ اَنَّهَا لَا تَقَعُ بَلْ تَرِدُ لِاَنَّهَا بِدْعَةٌ مُحَرَّمَةٌ وَّالْبِدْعَةُ مَرْدُوْدَةٌ لِقَوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَیْسَ عَلَیْهِ اَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔“

(زاد المعاد ۴/ ۵۴)

ترجمہ: اور دوسرا مذہب اس طلاق کے سلسلے میں یہ ہے کہ یہ نہیں پڑے گی بلکہ رد کر دی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ بدعت ہے اور بدعت مردود ہے حسبِ ارشاد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جو عمل ہمارے طریقہ کے خلاف ہو وہ رَد ہے۔

تعجب ہوتا ہے کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ جس دلیل کو دوسرے/ مخالف مذہب ”اکٹھی تین طلاقوں میں سے ایک بھی واقع نہیں ہوتی“ کی دلیل کے طور پر درج کرتے ہیں، اسی دلیل کو ”تین کے ایک ہونے پر“ اپنی قیاسی دلیل کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا عتیق سنبھلی صاحب نے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے مذکورہ دونوں حوالے نقل کرنے کے بعد لکھا:

”بہر حال کہنا تو صرف یہ تھا کہ دلیلِ قیاس کے حوالے سے جو دلیل پیش فرمائی گئی وہ تعجب خیز ہے اس لیے کہ اسے وہ خود صرف ایک صفحہ پیشتر ہی ایک دوسرے مذہب اور دوسری

رائے کی دلیل کے طور پر ذِکر فرما چکے ہیں۔"

(طلاقِ ثلاثہ اور حافظ ابن القیمؒ صفحہ ۶۳، الفرقان بک ڈپو نظیر آباد لکھنو)

یہ کہنا کہ "چوں کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا بدعت ہے، اس لئے واقع نہیں ہونی چاہیے۔" یہ قیاس احادیث کے مقابلہ میں ہے۔ اس لئے کہ حالتِ حیض میں طلاق دینا طلاق بدعت ہے، مگر احادیث کی رُو سے ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ مولانا مبشر احمد ربانی غیر مقلد نے "آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/ ۳۷۵" میں اعتراف کیا ہے کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا یہ قیاس نص کے خلاف ہے جیسا کہ اوپر "حدیث کے خلاف قیاس" عنوان کے تحت اُن کی عبارت ہم نقل کر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ یہ ضابطہ ہی حدیث کے خلاف ہے کہ طلاق بدعت واقع نہیں ہوتی۔

مزید یہ کہ اگر اسی قیاس کو دلیل بنانا ہے کہ چوں کہ اکٹھی تین طلاقیں دینا بدعت ہے، اس لئے واقع نہ ہوں۔ تب تو ایک طلاق بھی واقع نہیں ہونی چاہیے جیسا کہ خود حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے اسی ضابطہ کو دوسرے فریق کی دلیل کے طور پر نقل کیا کہ ایسی صورت میں ایک بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

مفتی محمد مجاہد صاحب حفظہ اللہ

فتاویٰ رشیدیہ کے ایک عبارت پر اعتراض کا علمی و تحقیقی جواب

فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت:

"جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہو گا۔"

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر 274 دار الاشاعت کراچی مکتبہ دیوبند)

الجواب:

حامدا و مصلیا۔ واضح رہے کہ اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کے ایمان کو معیارِ حق قرار دیتے ہوئے بعد میں آنے والوں کی کامیابی کو ان پاکیزہ نفوس کی طرح ایمان لانے سے مشروط کیا ہے،

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

[البقرة:137]

ترجمہ: اس کے بعد اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جیسے (اصحاب پیغمبر) تم ایمان لائے ہو تو یہ راہ راست پر آجائیں گے۔ اور اگر یہ منہ موڑلیں تو درحقیقت وہ دشمنی میں پڑگئے ہیں۔ اب اللہ تمہاری حمایت میں عنقریب ان سے نمٹ لے گا، اور وہ ہر بات سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے۔

صحابہ کو برا بھلا کہنے والا شخص گمراہ ہے

جہاں تک صحابہ کو برا بھلا کہنے کی بات ہے اس کے متعلق علامہ شامی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

اتَّفَقَ الْأَئِمَّةُ عَلَى تَضْلِيلِ أَهْلِ الْبِدَعِ أَجْمَعَ وَتَخْطِئَتِهِمْ وَسَبُّ أَحَدٍ مِنْ الصَّحَابَةِ وَبُغْضُهُ لَا يَكُونُ كُفْرًا، لَكِنْ يُضَلَّلُ

”تمام ائمہ نے اہل بدعت کی گمراہی اور غلط ہونے پر اجماع کیا ہے صحابہ میں سے کسی ایک کو برا بھلا کہنا اور دل میں ان کا بغض رکھنا یہ کفر نہیں ہے بلکہ گمراہی ہے“

علامہ شامی ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں

«حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي» (237/4):

«وَكَذَا نَصَّ الْمُحَدِّثُونَ عَلَى قَبُولِ رِوَايَةِ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ فَهَذَا فِيمَنْ يَسُبُّ عَامَّةَ الصَّحَابَةِ وَيُكَفِّرُهُمْ بِنَاءً عَلَى تَأْوِيلٍ لَهُ فَاسِدٍ. فَعُلِمَ أَنَّ مَا ذَكَرَهُ فِي الْخُلَاصَةِ مِنْ أَنَّهُ كَافِرٌ قَوْلٌ ضَعِيفٌ مُخَالِفٌ لِلْمُتُونِ وَالشُّرُوحِ بَلْ هُوَ مُخَالِفٌ لِإِجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ»

محدثین نے اہل ہوا کی احادیث کو قبول کرنے کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے (یعنی ان کی احادیث قبول کی جائیں گی) ان اہل ہوا سے سے مراد وہ لوگ ہیں جو عام صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں اور ان کی تکفیر بھی کرتے ہیں اپنی فاسد تاویل کی بنیاد پر بس یہ بات معلوم ہوگئی کہ خلاصہ میں جو ان کے کفر کا قول مروی ہے وہ قول ضعیف ہے متون اور شروح کے مخالف ہے بلکہ فقہاء کے اجماع کے بھی مخالف ہے۔

اگر بریلوی حضرات بضد ہوں نہیں ایسے شخص کی ضرور تکفیر کی جائے گی جو مطلق صحابہ کو کافر کہے اور ہم علامہ شامی رحمہ اللہ کے اس فتوے کو نہیں مانتے لیجیے فاضل بریلوی کا فتوی بھی حاضر خدمت ہے۔

فاضل بریلوی کے نزدیک اہل بیت کو کافر کہنے والے مسلمان ہیں

فاضل بریلوی خوارج کے متعلق لکھتے ہیں:

”خوارج (للہ انہیں رسوا کرے) نے امیر المومنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی للہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیساکہ اس پر در مختار، بحر الرائق، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے“

(فتاوی رضویہ جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 185)

کیا صحابہ کو برا بھلا کہنے والے اہل سنت میں شامل ہیں

صحابہ کو برا بھلا کہنے والوں کو فتاوی رشیدیہ میں اہل وسنت میں شامل سمجھنا اگر کتابت کی غلطی نہ مانی جائے

تو ایک علمی تسامح ہو گا اس کی ایک زبردست مثال ہم عرض کرنے والے ہیں پھر اخر میں ہم یہ بھی ثابت کریں گے اگر بریلوی حضرات نہ کتابت کی غلطی تسلیم کریں اور نہ ہی تسامح کو قبول فرمائیں تو فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان سے بھی ہم یہی ثابت کریں گے کہ ان کے نزدیک بھی خلفائے راشدین کی خلافت کا منکر اہل سنت وجماعت میں شامل ہے پھر جو اپ کا جواب ہو گا وہی ہمارا بھی جواب ہو گا

خوارج پر حکم اور علامہ شامی کی علامہ حصکفی کے ایک تسامح کی زبردست تاویل

علامہ شامی خوارج کے بارے میں علامہ حصکفی کا یہ قول نقل کرتے ہیں

«حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي» (1/561):

«وَكُلُّ مَنْ كَانَ مِنْ قِبْلَتِنَا (لَا يَكْفُرُ بِهَا) حَتَّى الْخَوَارِجُ الَّذِينَ يَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَنَا وَأَمْوَالَنَا وَسَبَّ الرَّسُولِ،»

اہل قبلہ کو کافر قرار دینا درست نہیں ہے یہاں تک کہ خوارج جو ہمارے اموال اور خونوں کو حلال سمجھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے کو بھی حلال سمجھتے ہیں

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا مسلمان ہے؟

خوارج کے بارے میں علامہ حصکفی کی عبارت پر اشکال ہو رہا تھا۔ شرح میں یہ لکھا ہے کہ خوارج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے کے باوجود بھی مسلمان ہیں۔

«حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي» (1/561):

«(قَوْلُهُ وَسَبَّ الرَّسُولِ) هَكَذَا فِي غَالِبِ النُّسَخِ، وَرَأَيْته كَذَلِكَ فِي الْخَزَائِنِ بِخَطِّ الشَّارِحِ، وَفِيهِ أَنَّ سَابَّ الرَّسُولِ صلى الله عليه وسلم كَافِرٌ قَطْعًا، فَالصَّوَابُ وَسَبَّ أَصْحَابِ الرَّسُولِ،»

اور شارح کا یہ کہنا (وَسَبَّ الرَّسُولِ،) اکثر نسخوں میں یہی الفاظ ہیں اور میں نے خزائن میں شارح کے ہاتھ سے لکھی ہوئی عبارت بھی ایسے ہی دیکھی اور اس میں یہ بھی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا قطعی طور پر کافر ہے۔ پس درست بات یہ ہے یہاں پر یہ الفاظ ہونے چاہیے تھے (وَسَبَّ أَصْحَابِ الرَّسُولِ) یعنی خوارج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیوں کو حلال سمجھنے کے باوجود مسلمان ہیں۔

اب یہاں پر علامہ شامی نے جو طریقہ کار اپنایا ہے کہ شارح پر جو اعتراض ہو رہا تھا کہ خوارج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے کے باوجود مسلمان ہیں اس کی توجیہ علامہ شامی نے یہ کی کہ یہاں سے مراد یہ ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو گالیاں دے وہ مسلمان ہے۔ یہاں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ شارح نے اپنی دوسری کتاب میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا قطعی طور پر کافر ہے۔ مطلب یہ ہے کسی پر حکم لگانے سے پہلے ان کے تمام اعتقادات اور تصریحات کو دیگر کتب میں بھی دیکھنا چاہیے ورنہ یہ مسئلہ حل ہوتو وہ نظر نہیں ارہا۔

علامہ حصکفی اور علامہ گنگوہی رحمہم اللہ دونوں کی عبارات پر اعتراضات کا ایک ہی حل

علامہ شامی کے اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت اقدس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کی عبارت بالکل حل ہو جاتی ہے کہ اگر حضرت کی دوسری تصریحات کو دیکھا جائے تو ان سے یہ بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ایسے عقائد کے حامل افراد ہرگز اہل سنت وجماعت میں داخل نہیں ہو سکتے۔

اہل سنت کا قول اور مولانا رشید گنگوی رحمہ اللہ کا موقف

صحابہ کی تکفیر کرنے والا یا ان کو گالیاں دینے والا جمہور علماء کے موقف کے مطابق بدعتی ہے جیسا کہ خوارج کے متعلق علامہ شامی نے مذہب نقل کیا ہے:

«حاشية ابن عابدين = رد المحتار ط الحلبي»(237/4):

«وَذَكَرَ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ أَنَّ الْخَوَارِجَ الَّذِينَ يَسْتَحِلُّونَ دِمَاءَ الْمُسْلِمِينَ وَأَمْوَالَهُمْ وَيُكَفِّرُونَ الصَّحَابَةَ حُكْمُهُمْ عِنْدَ جُمْهُورِ الْفُقَهَاءِ وَأَهْلِ الْحَدِيثِ حُكْمُ الْبُغَاةِ. وَذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ إلَى أَنَّهُمْ مُرْتَدُّونَ. قَالَ ابْنُ الْمُنْذِرِ: وَلَا أَعْلَمُ أَحَدًا وَافَقَ أَهْلَ الْحَدِيثِ عَلَى تَكْفِيرِهِمْ، وَهَذَا يَقْتَضِي نَقْلَ إجْمَاعِ الْفُقَهَاءِ.»

فتح القدیر میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ وہ خوارج جو مسلمانوں کے خون اور اموال کو حلال سمجھتے ہیں اور جملہ صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں ان کا حکم جمہور فقہاء اور جمہور محدثین کے نزدیک باغیوں کی طرح ہے بعض محدثین کا یہ بھی قول ہے کہ یہ مرتد ہیں۔ امام ابن المندر نے کہا میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے ان بعض محدثین کی روافض کی تکفیر پر موافقت کی ہو۔ یہ بات اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ فقہاء کا اس مسئلے یعنی (عدم تکفیر خوارج) پر اجماع ہے۔

ہاں اگر روافض اس کو حلال سمجھیں یا اس کو اپنا دین و مذہب بتائیں یا توہین اور استخفاف کے ارادے سے ایسا کریں تو اس بنیاد پر ان کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں۔

«تنبيه الولاة والحكام على أحكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام عليه وعليهم الصلاة والسلام» (ص366):

«قد علمت مما قررناه في هذا الباب أن الساب إذا كان رافضيا اعتقد شبهة مسوغة في اعتقاده للسب لم يحكم بكفره فضلا عن عدم قبول توبته إلا إذا كان يعتقد ما يخالف دليلا قطعيا كإنكار صحبة الصديق وقذف الصديقة ونحو ذلك فيكفر بذلك لا بالسب أو لم يكن معتقدا شبهة لكنه استحل السب فح يكفر لاستحلاله المحرم قطعا بلا شبهة أما لو سب بدون ذلك كله لم يخرج عن الإسلام»

اس باب میں ہم نے جو کچھ نقل کیا اپ کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ اگر رافضی صحابہ کو برا بھلا کہنے کا جو اعتقاد رکھتا ہے اگر وہ کسی شبہے کا شکار ہے تو اس پہ کفر پر حکم نہیں لگایا جائے گا اس کی توبہ کے قبول نہ کرنے کا قول تو اس سے بہت دور ہے۔ ہاں اگر رافضی کا اعتقاد کسی دلیل قطعی کے مخالف ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا انکار کرنا یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا یا اس جیسی اور چیزیں ہیں تو رافضی کی تکفیر اس وجہ سے ہو گی نہ کہ مطلق گالی دینے کی وجہ سے یا رافضی کو شبہ تو نہیں لیکن وہ اپنے اعتقاد میں گالی دینے کو حلال سمجھتا ہے تو اس صورت میں اس کو ایک حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا بہر حال اگر ان دونوں توجیہات کے بغیر وہ گالی نکالے تو یہ چیز اس کو اسلام سے خارج نہیں کرے گی۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا قول کتابت کی غلطی پر محمول ہو گا

حضرت گنگوئی رحمہ اللہ کی فتاوی رشیدیہ والی عبارت علمی تسامح یا کتابت کی غلطی پر محمول کی جائے گی کیونکہ حضرت کی دیگر تصریحات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ گروہ (روافض) ہر گز اہل سنت میں شامل نہیں۔ حضرت کی تصریح درج ذیل ہے:

روافض کے ایک عقیدہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینا) کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ شیعہ ہے ہرگز ہرگز اہل سنت نہیں۔"

(باقیات فتاوی رشیدیہ صفحہ نمبر 22)

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہنے والے کے متعلق حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا موقف

حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور سب (گالی) شیخین حضرت (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) جو کرتے ہیں یعنی جو ان کو گالیاں دیتے ہیں تو شیخین کو کافر جان کر کرتے ہیں ایسے قطعی مسلمان کو کافر جاننا کفر ہے (یعنی شیخین کو گالیاں دینے والا کافر ہے)"

(باقیات فتاوی رشیدیہ صفحہ نمبر 30)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی عبارت کا حل ان کی دیگر تصریحات سے

حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی دیگر عبارات کی طرف نظر دوڑائی جائے تو یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت روافض کی تکفیر کے قائل تھے۔ حوالہ درج ذیل ہے:

روافض کے بارے میں حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا موقف

جہاں تک روافض (شیعوں) کی تکفیر کی بات ہے ان کے متعلق حضرت لکھتے ہیں:

راجح بندہ کے نزدیک کفر یہاں کے روافض کا ہے۔

(باقیات فتاوی رشیدیہ صفحہ نمبر 19)

یعنی ہندوستان کے شیعوں کا کافر ہونا ہی راجح قول ہے اور عدم تکفیر کا قول مرجوح ہے۔

بے نمازی کے متعلق صحابہ کا موقف اور فاضل بریلوی کی تحقیق

فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:

قدجاء عن عمرو عبدالرحمٰن بن عوف ومعاذ بن جبل وابی هريرة وغيرهم من الصحابة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم ان من ترک صلاة فرض واحد متعمدا حتی يخرج وقتها فهو کافر مرتد، ولايعلم لهؤلاء مخالف اھ۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبد الرحمن بن عوف احد العشرۃ المبشرہ و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء و حضرت ابو ہریرہ حافظ الصحابہ و غیر ہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نمازِ فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابنِ حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد نمبر،5 صفحہ نمبر 15)

فاضل بریلوی کے نزدیک کافر اور مرتد کو بھی اہل سنت سے خارج نہیں کرسکتے

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جمِ غفیر قدمائے اہلسنت صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہہ وہ اُس وقت وحالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 5 صفحہ 16)

فاضل بریلوی صحابہ کا مذہب نقل کرنے کے بعد مختلف تاویلات اور توجیہات کرتے ہوئے خلاصہ کے طور پر یہ لکھتے ہیں اگرچہ صحابہ کا قوی مذہب یہی تھا کہ ایسا شخص کافر و مرتد ہونے کے باوجود اہل سنت جماعت سے خارج نہیں ہو سکتا پھر اسی ضمن میں ایک اور مثال پیش کرتے ہیں کہ جیسا خلافت خلفائے راشدین کو منکر اہل سنت جماعت میں داخل ہے اگرچہ یہ گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔

فاضل بریلوی کے نزدیک خلفائے راشدین کی خلافت کا منکر بھی اہل سنت وجماعت سے خارج نہیں

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اُس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول فی ذلک سیدنا العلامۃ الوالد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ فی بعض فتاوٰہ (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاوٰی میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر پر تو اجماعِ اہلِ سنّت ہے کہ ارتکابِ کبیرہ کفر نہیں۔"

(فتاوی رضویہ جلد نمبر 5 صفحہ نمبر 14)

اور اوپر بیان ہو چکا فاضل بریلوی کے نزدیک گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنے والا اہل سنت و جماعت میں داخل ہے وہی استدلال جو بریلوی حضرات فتاوی رشیدیہ سے پیش کرتے ہیں فاضل بریلوی سے بھی یہی ہم نے ثابت کر دیا۔

فاضل بریلوی کے نزدیک رافضی تبرائی بھی مسلمان ہیں

"یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں۔

والا حوط فیه قول المتکلمین انهم ضلال من کلاب النار لا کفار و به ناخذ۔ اس میں محتاط متکلمین کا قول ہے کہ وہ گمراہ اور جہنمی کتے ہیں کافر نہیں، اور یہی ہمارا مسلک ہے۔"

(فتاوی رضوی جلد نمبر 14 صفحہ نمبر 44)

"ہاں جو اس درجہ کا نہ ہو اور ضروریات اسلام سے کسی شے کا انکار نہ کرتا ہو نہ اس کے منکروں کو مسلمان جانتا ہو اگرچہ اپنی خباثت سے تبرائے ملعونہ شیعہ مغضوبہ تک پہنچے صحیح مذہب مشرب پر بدعتی فاجر ہے، نہ مرتد کا فر کما حققه ابی وسیدی مقدام المحققین قدس سرہ المکین فی فتاواہ (جیسا کہ میرے والد ماجد مقدام المحققین قدس سرہ نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق فرمائی۔"

(فتاوی رضویہ جلد نمبر 11 صفحہ نمبر 210)

خلاصہ بحث

اگر بریلوی حضرات پھر بھی بضد ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی کتاب فتاوی رشیدیہ میں کتابت کی غلطی نہیں ہے اگرچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی دیگر تصریحات سے مسئلہ بالکل واضح ہو چکا ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے صاحب "در مختار" امام علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ تعالی کی قابل اعتراض عبارت کو موصوف کی دیگر عبارات سے حل کیا ہے لیجیے فاضل بریلوی کا ایک اور حوالہ پڑھ لیں کہ بڑے بڑے علماء سے غلطی ہو جاتی ہے اس سے ان کے علم میں اور عظمت میں کمی نہیں آتی۔

فاضل بریلوی کے نزدیک بڑے بڑے محققین سے غلطیاں ہو جاتی ہیں

فاضل بریلوی اپنی کتاب فتاوی رضویہ میں لکھتے ہیں:

"یہ دونوں عظیم غلطیاں ہیں ان پر تنبیہ ضروری ہے، کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے، حاش للہ! علماء کو

ان قلموں کی غلطیاں زیب نہیں دیتیں، خصوصاً یہ محقق جس کی قیمتی تحقیقات کے نوُر سے زمین کے مشرق ومغرب منور ہو رہے ہیں اور مجھ جیسے ہزاروں لوگ اس کے بے مثل اور اہم فوائد کے دستر خواں کے خوشہ چیں ہیں"

(فتاوی رضویہ جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 17)

محترم لئیق رحمانی صاحب حفظہ اللہ

فاضل بریلوی نے المہند کا رد کیوں نہ لکھا؟

یہ وہ سوال ہے جو قصر رضاخانیت کی بنیاد ہلا دیتا ہے، بڑے بڑے رضاخانی سورما اس سوال کا جواب دینے سے عاجز ہیں، جناب میثم عباس رضوی صاحب نے ہمت کر کے قلم بھی اٹھایا تو حیلے بہانوں میں وقت گزاری کی، اور کئی صفحات سیاہ کرنے کے باوجود بھی معقول جواب نہ دے سکے۔ موصوف کے حیلے بہانوں کا ردِ بلیغ بندہ (راقم) نے مجلہ "سوط الحق" شمارہ 3 میں کر دیا ہے قارئین ادھر ہی مراجعت کریں۔ یہاں ہم دوسرے پہلو پر گفتگو کریں گے۔

فطرتِ انسانی:

رضاخانی پیر مظفر حسین شاہ کی جانب سے لکھی و شائع کی گئی کتاب کا یہ اقتباس پڑھئے، "فطرت انسانی" کی سرخی لگا کر لکھتے ہیں کہ:

> "دیکھیں یہ فطرت انسانی ہے کہ کسی شریف و معزز شخص پر کوئی ایسا الزام لگ جائے جس میں عوام کے گمراہ ہونے کا قوی خدشہ موجود ہو تو وہ اس کے بارے میں بہت فکر مند ہوتا ہے، اُسے اپنی عزت و آبرو کے ساتھ ساتھ دیگر لوگوں کے ایمان کے بارے میں فکر لاحق ہوتی ہے۔ اس الزام کو رفع کرنے کے لئے وہ ہزاروں حیلے، لاکھوں کوششیں اور کروڑوں جتن کرتا ہے کہ کسی طرح وہ الزام رفع ہو جائے اور وہ بدنامی کا داغ اس کے ماتھے سے دھل جائے، اور اس معاملہ کی وجہ سے دیگر لوگوں کا گمراہ ہونا بند ہو جائے وہ اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے بہت فکر مند ہوتا ہے۔ مگر گنگوہی صاحب اپنی صفائی پیش کرنے کے بجائے مہر بہ لب تھے، ان کی یہ مجرمانہ خاموشی ثابت کر رہی تھی کہ ان کے ہاتھ اس تحریر کے گناہ سے ملوث ہو چکے ہیں اور وہ اس عقیدہ کے اظہار کے مرتکب ہو چکے ہیں اس لئے انہوں نے پر اسرار خاموشی اختیار کی، اور خاص اس فتوی کے بارے میں ایک حرف بھی نہ لکھا۔ کتب دیوبند میں بھی اس فتویٰ کے انکار میں گنگوہی صاحب کی کوئی تحریر ہمیں نظر نہیں آتی۔"

(کشف القناع: جلد 4، صفحہ 116، 115)

تبصرہ: امید ہے کہ فاضل بریلوی اپنی خود کی نظر میں تو معزز و شریف انسان ہوں گے ہی اور "المہند علی المفند" میں اُن پر علمی خیانت اور دجل و فریب کے الزامات کو یقیناً عوام کے گمراہ ہونے کا قوی خدشہ بھی سمجھتے ہوں گے پھر وہ اس کے بارے میں فکرمند کیوں نہ ہوئے؟ اُنہیں اپنی عزت و آبرو کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کے ایمان کی فکر کیوں لاحق نہ ہوئی؟ "المہند" کے الزامات کو رفع کر کے اپنے ماتھے سے بدنامی کا داغ دُھلنے اور لوگوں کی گمرہی کا دروازہ بند کرنے لیے ہزاروں حیلے، لاکھوں کوششیں، کروڑوں جتن کیوں نہ کیے؟ آخر کیوں فاضل بریلوی اپنی صفائی پیش کرنے کے بجائے مہر بہ لب تھے؟ ان کی یہ مجرمانہ خاموشی ثابت کر رہی تھی کہ ان کے ہاتھ "حسام الحرمین" مکر و فریب سے ملوث ہو چکے ہیں اور وہ اس دجل و فریب کے مرتکب ہو چکے ہیں، اس لیے انہوں نے پر اسرار خاموشی اختیار کی اور خاص "المہند" کے خلاف ایک حرف بھی نہ لکھا۔ کتبِ رضاخانیہ میں بھی "المہند" کے انکار میں فاضل بریلوی کی کوئی تحریر ہمیں نظر نہیں آتی۔!!!

تعجب ہے کہ فاضل بریلوی "ابحاث اخیرہ" میں "الشہاب الثاقب" پر تو مختصر کلام کرتے ہیں مگر "المہند" جو فاضل بریلوی کے دجل و فریب کو اجاگر کر کے "حسام الحرمین" کو چیلنج کر رہی تھی اس پر ایک لفظ نہ لکھا۔

یوں تو فاضلِ بریلوی اپنے گالی ناموں کا جواب نہ ملنے کی شکایتیں کرتے رہتے تھے لیکن خود اتنی اہم کتاب جو ان کی مہینوں سالوں کی محنت پر پانی پھیر رہی تھی اور ان کی زندگی کے سب سے اہم مشن "مشن تکفیر" کا جنازہ نکال رہی تھی اس پر جناب کی پُر اسرار خاموشی، آخر کیوں؟

فاضل بریلوی کو ہر حال میں المہند کا رد لکھنا چاہئے تھا۔ کیونکہ "المہند" نے حسام الحرمین کی اس آگ کو ٹھنڈا کیا تھا جس آگ کو جلانے کے لیے فاضل بریلوی کو شرم و حیاء بالائے طاق رکھ کر اور خوف خدا سے بے نیاز ہو کر خانۂ خدا عزوجل و مدینۃ الرسول میں جا کر فراڈ کرنا پڑا تھا۔ "المہند" نے فاضل بریلوی کی مہینوں سالوں کی محنت پر پانی پھیرا تھا، المہند نے دن کے اجالے میں فاضل بریلوی کے دجل و فریب کو بے نقاب کیا تھا، المہند اُن اکابر علماء دیوبند کو کلین چٹ دے رہی تھی جن پر فاضل بریلوی نے گستاخِ خدا اور رسول کا الزام لگایا تھا۔ اس سب کے باوجود فاضل بریلوی نے المہند کے خلاف زبان کیوں نہ کھولی؟ ان کا قلم حرکت میں کیوں نہ آیا؟ آخر فاضل بریلوی نے "فطرت انسانی" سے بغاوت کیوں کی؟

جب تک دنیا قائم ہے اور روئے زمین پر جب تک حسام الحرمین اور المہند علی المفند موجود ہیں تب تک یہ سوال دنیائے رضاخانیت پر قرض رہے گا کہ فاضل بریلوی نے المہند کا رد کیوں نہ لکھا؟

مولانا عادل زمان فاروقی صاحب (قسط:۲)

مماتیت ایک نظر میں

توسل اہل السنت والجماعت کے نزدیک:

دعا میں انبیاء کرامؑ، اولیاء کرامؒ، شہداء اور صدیقین کا توسل جائز ہے ان کی زندگی میں بھی اور وفات کے بعد بھی کہ آدمی یوں دعا کرے: اے اللہ ! فلاں نبی ،بزرگ کے وسیلہ سے میری دعا قبول فرما اور میری اس ضرورت کو پورا فرما۔

توسل کے متعلق مماتیوں کی عبارات:

(1): مولانا محمد حسین نیلوی صاحب توسل کے متعلق لکھتے ہیں:

"دراصل یہ مسئلہ ہنود و نصاریٰ سے چلا آرہا ہے۔"

(نداء حق،ج،2،ص،349)

نیلوی صاحب انصاف کا دامن تھامتے ہوئے قرآن وحدیث اور اکابر کی کتب کا مطالعہ کرتے تو یہ بات ان سے مخفی نہ ہوتی کہ اہلسنت والجماعت احناف دیوبند کس قسم کے وسیلے کے قائل ہیں۔

(2): مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"حیات النبی ﷺ، سماع موتی، بزرگوں کے وسیلے جیسے موضوعات پر دلائل (بزعم خود) دے کر الٹا شرک کے کھیت کے دہقان بنے ہوئے ہیں۔"

(شرک کیا ہے ص،4)

اس عبارت میں یہ تاثر قائم کیا گیا ہے کہ ان عقائد و نظریات پر دلائل نہیں ہیں بلکہ ان پر دلائل پیش کرنا شرک کے کھیت کا دہقان بننا ہے۔

(3): میاں محمد الیاس صاحب مولانا طاہر صاحب کے کتاب، البصائر للمتوسلین باھل المقابر کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ مولانا کی پہلی مطبوعہ تصنیف ہے اور جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ اس کا موضوع، توسل وسیلہ ہے کہ جو کہ پورے ہندوستان میں عام ہے اور شرک کے بنیادی اسباب میں سے ہے۔“

(شیخ القرآن مولانا طاہر حیات وخدمات، ص194)

شرک کے فتوے لگا کر لوگوں میں یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے حالانکہ ہمارے اکابر کے نزدیک وسیلے کا جو مطلب ہے وہ قرآن وسنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجماع سے مستفاد ہے۔

(4): مولانا عنایت اللہ شاہ بخاری صاحب کے افادات کو جمع کیا گیا ہے جس میں لکھتے ہیں:

”پہلے زمانے کے مشرکین بھی کہتے تھے کہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام سے زندگی میں ہم دعائیں کراتے تھے اب وہ فوت ہوگئے تو ہم اللہ سمجھ کر ان کی قبروں پر نہیں جاتے بلکہ انھیں اللہ کے محبوب بندے سمجھ کر ان کے مزاروں پر جاتے ہیں۔ ہم ان کی وفات کے بعد آج بھی ان سے سفارش کراتے ہیں۔ وہ فوت شدگان ہماری پکاریں سن کر اللہ کے ہاں شفاعت اور سفارش کرتے ہیں۔ اللہ تعالی ان کی سفارش قبول فرمالیتا ہے۔“

(افادات بخاری، ج، 1، ص، 129)

مشرکین کے وسیلے میں اور اہلسنت والجماعت کے وسیلے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

(5): مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ وسیلہ صحابہ رضی اللہ عنہ کا معمول نہ تھا نہ آپ کی حیات میں اور نہ وفات کے بعد نہ آپ ﷺ، کی قبر پر اور نہ کسی اور کی قبر پر۔“

(نداء حق، ج، 2، ص، 335)

یہاں پر دو باتوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ ایک ہے نبی، ولی، سے مانگنا اور اس کو وسیلے کا نام دینا، اس کے تو ہم بھی قائل نہیں ہیں بلکہ اسے شرک سمجھتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نبی، ولی، کا وسیلہ دینا مانگنا اللہ تعالی سے ہے ہم اس کے قائل اور فاعل ہیں ان کا وسیلہ دینا یہ اقرب الی الاجابة ہے کیونکہ یہ اللہ تعالی کے مقرب بندوں میں سے ہے۔ اسی توسل کا ثبوت قرآن وسنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اسلاف سے ثابت ہے۔

(6): مولانا خان بادشاہ صاحب لکھتے ہیں:

”بحق فلاں بحرمت فلاں بطفیل فلاں یا فلاں کی برکت سے اس طرح کے الفاظوں سے دعا کرنا وسیلہ غیر شرعیہ میں داخل ہیں جسے مبتدعین توسل بالذوات الفاضلہ کہتے ہیں۔“

(البرھان الجلی علی بھتان سردارجی، ص200)

خان بادشاہ صاحب وسیلہ کو غیر شرعیہ میں داخل کرتے ہیں۔ رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ اپنی کتاب (، تحریرات حدیث علی اصول التحقیق، ص،393،392) پر کتاب الدعوات، کا عنوان قائم کرتے ہیں، اس میں المستدرک سے روایات نقل کرتے ہیں جن میں وسیلہ کا واضح ذکر ہے وسیلہ کی تعلیم دی گئی ہے اب یہ اپنے فتوؤں کی توپ کا رخ رئیس المفسرین کی طرف کریں گے ان پر کیا فتوی لگائیں گے؟ روایت بھی جن کے بارے میں فرماتے ہیں کہ،ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین، یہ بات یادرکھیں کہ ہم وسیلے کو فرض واجب نہیں کہتے بلکہ مستحب اقرب الی الاجابۃ کہتے ہیں اس کے بدوں وسیلے کے بھی دعا کرنا جائز ہے اور وسیلے کے ساتھ بھی جائز ہے۔ مماتی ہمت کریں رئیس المفسرین مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ پر فتوی لگائیں۔

آپ ﷺ کے سماع عند القبر کے بارے میں اہل السنت والجماعت کا نظریہ:

روضہ اقدس کے پاس جو درود پڑھا جائے تو اسے آپ ﷺ بلا واسطہ سنتے ہیں اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا دیتے ہیں۔

مماتیوں کا سماع عند القبر کے بارے میں نظریہ:

(1): مولانا شہاب الدین خالدی صاحب لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور ائمہ عطام رحمہم للہ اور خاص طور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے عمل سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات عند القبر بھی نبی کریم ﷺ، کے سماع کے قائل نہیں تھے۔ اس لیے کسی صحابی، یا تابعی، اور ائمہ، میں سے کسی نے کبھی بھی قبر شریف پر حاضر ہو کر آپ سے دعا کی درخواست نہیں کی اگر ان حضرات کا سماع عند القبر کا عقیدہ ہوتا تو ضرور دعا کرانے کیلئے قبر شریف پر حاضر ہوتے۔“

(عقائد علماء اسلام، ص،439)

اس عبارت میں بھی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ پر بھی جھوٹ بول رہے ہیں۔

(2): مولانا طیب طاہری صاحب لکھتے ہیں:

"اسی اصول پر دیکھ لیں کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا سماع اور بھی زیادہ مستبعد ہے۔"

(مسلک الاکابر، ص،31)

اپنی طرف سے خود ساختہ اصول بنا کر خود ہی اس سے نتیجہ نکال رہے ہیں انبیاء کا سماع عند القبر مسلم ہے اور یہ حضرات عام مردوں کے سماع جو مختلف فیہ ہے اسے اٹھا کر حضرات انبیاء پر فٹ کرتے ہیں۔

(3): مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"اور جو حدیثوں میں آتا ہے کہ اگر کوئی قبر پر مجھے سلام دے تو میں خود سنتا ہوں اور اگر دور سے سلام بھیجے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ یہ احادیث ضعیفہ ہیں، ان کے راویوں میں اکثر شیعہ ہیں۔"

(مسلک شیخ القرآن، ص،38)

یہاں پر بندیالوی صاحب صحیح حدیث کو ضعیف قرار دے رہے ہیں کیوں اس لیے کہ آقا کا فرمان ان کے عقیدہ بد پر رد کر رہا ہے تو انہوں نے اسے ضعیف قرار دے دیا ہے۔ مولانا محمد حسین نیلوی صاحب ایک روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں حضرت براء رضی اللہ عنہ کے تلمیذ عدی بن ثابت ہے جو غالی شیعہ ہے مگر یہ حدیث اس لیے مقبول ہے کہ اس سے اس کے مذہب کی تائید کسی طرح نہیں ملتی۔"

اب بندیالوی نیلوی صاحب کے بارے میں کیا کہیں گے روایت میں غالی شیعہ ہے مگر روایت قبول ہے۔ آپ نے جس روایت کو ضعیف کہا ہے وہ صحیح روایت ہے آپ اصول سے نابلد ہیں۔ جو حدیث آپ کے عقیدے کے خلاف ہو تو غیر مقلدین کی طرح اسے ضعیف کہہ دیتے ہیں یہ ان کا دورا معیار ہے۔ بندیالوی صاحب سے گزارش ہے وہ ایک ضعیف حدیث ہی اپنے موقف پر پیش کر دیں۔ چلیں ہمارا جو عقیدہ ہے بقول بندیالوی صاحب کے وہ روایت ضعیف ہے تو وہ اپنے عقیدے پر کہ حضرات انبیاء علیہم السلام بعد الوفات اپنی قبروں میں جسد عنصری کے ساتھ زندہ نہیں ہیں بلکہ جسد مثالی کے ساتھ زندہ ہیں ایک ضعیف روایت پیش کر دیں۔

(4): بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"ہمارے شیخ حضرت علامہ مولانا حسین علی رحمہ اللہ تعالی اور ان سے تعلق رکھنے والے جمعیت اشاعت التوحید والسنت کے تمام علماء اور مشائخ کا کتاب و سنت اور ارشادات سلف اور اقوال ائمہ متقدمین حنفیہ کی روشنی میں اپنا مسلک یہ ہے کہ سماع صلوۃ وسلام عند القبر النبی ﷺ ثابت نہیں۔"

(مسلک شیخ القرآن، ص،40،39)

قرآن وسنت اسلاف واکابر پر جھوٹ بول رہا ہے کوئی ایک آیت یا حدیث یا کسی ایک ہلسنت والجماعت کے بزرگ کا حوالہ پیش کریں۔ رئیس المفسرین پر بھی یہ جھوٹ بول رہے ہیں، من صلی علی عند قبری سمعتہ والی روایت اپنی کتاب (تحریرات حدیث علی اصول التحقیق ص،330) پر نقل کرتے ہیں ان کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے۔ میرا انہیں کھلا چیلنج ہے کہ کوئی ایک حوالہ جو شیخ المفسرین حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ کا ہو پیش کریں جس میں حضرت محمد ﷺ، کی سماع عند القبر کی نفی ہو، ایک لاکھ روپے انعام دوں گا۔

(5): مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب کہتے ہیں:

"دوسری طرف کوئی ملا کھڑا ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مردے تو سنتے ہیں پیغمبر کی قبر پر جا کر صلوۃ وسلام پڑھیں تو وہ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھیں تو فرشتے آپ ﷺ، تک پہنچاتے ہیں اسی طرح قبر والوں کو جا کر سلام کریں تو وہ ہمارا کلام سنتے ہیں بلکہ سلام کا جواب بھی دیتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کا جواب سن نہیں سکتے۔ (اس کا مطلب یہ ہوا کہ مردے تو ہم ہیں وہ مردے نہ ہوئے جو سن رہے ہیں اور جواب بھی دے رہے ہیں)" (افادات بخاری، ج،2، ص،224)

یہ بریکٹ والے الفاظ کتاب میں ہیں۔ ملا اپنی طرف سے بات نہیں کر رہا بلکہ میں نے رئیس المفسرین کا حوالہ دیا ہے یہ وہ کتاب ہے جسے مماتی خود چھاپتے ہیں اپنے مکتبہ اشاعت اکیڈمی پشاور سے اس میں یہ روایت موجود ہے۔ رئیس المفسرین سے ان کا کوئی تعلق نہیں وہ صحیح العقیدہ اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی بزرگ ہیں اور مولانا رشید گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

(6): مولانا شہاب الدین خالدی صاحب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ثابت ہوا ان سب کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ، قبر کے قریب بھی نہیں سنتے،“

(عقائد علماء اسلام، 432،431)

یہ حضرت بھی ویسے ہی اپنی طرف سے حضرات صحابہ کرام پر جھوٹ بول کر جھوٹا عقیدہ ان کی طرف منسوب کر رہا ہے۔ مولانا قاضی شمس الدین صاحب لکھتے ہیں:

”ہم سلام عند القبر النبی ﷺ، کے جواز ہی کی قائل نہیں بلکہ اس کو باعث ہزار سعادت سمجھتے ہیں۔

(مسالک العلماء فی حیاۃ الانبیاء، ص، 247)

اور صفحہ 52، پر لکھتے ہیں:

”اس سے بطور دلالت النص کے سمجھ آتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جن کا درجہ شہداء سے بھی بہت بڑا ہے وہ بعد الوفات زندہ ہیں۔“

(مسالک العلماء فی حیات الانبیاء، ص، 52)

اب ان پر کیا فتویٰ ہو گا۔ ہمت کرو شرک کا فتویٰ لگاؤ۔

سماع موتیٰ:

حضرات انبیاء علیہم السلام کا سماع اتفاقی ہے۔ ان کے علاوہ عام مردوں کی بات ہو رہی ہے کہ وہ اپنی قبر میں سنتے ہیں یا نہیں اکابر علماء دیوبند کی تصریحات کے مطابق اس میں دور صحابہ رضی اللہ عنہم سے اختلاف چلا آرہا ہے اور بعد کے علماء بھی اس میں مختلف ہیں۔ فریقین میں سے کسی کو بھی غلط نہیں کہہ سکتے اعتدال پر مبنی نظریہ یہ ہونا چاہیے کہ دونوں ٹھیک جو کہے کہ عام مردے سنتے ہیں وہ بھی ٹھیک اور جو کہے کہ نہیں سنتے وہ بھی ٹھیک مسئلہ تب کھڑا ہوتا ہے کہ ایک آدمی کہے کہ جو کہتا ہے کہ عام مردے سنتے ہیں وہ غلط ہے یہ شرکیہ نظریہ ہے۔ یا جو سننے کا قائل ہے وہ کہے کہ جو سننے کے منکر ہیں ان کا نظریہ ٹھیک نہیں ہے ایک دوسرے کے اوپر گمراہی کے فتوے لگائے۔ یہ رویہ درست نہیں حالانکہ چاہیے تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہیے کیونکہ مسئلہ زمن صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے اب اس میں فیصلہ کرنا محال ہے۔

مماتیوں کا نظریہ یہ ہے کہ سماع کا نظریہ شرکیہ وہ قائلین پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ ان حضرات کا یہ فتویٰ سب سے پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین پر لگتا ہے پھر اس کے بعد تابعین و تبع تابعین اسلاف و اکابر پر لگتا

ہے دفاع صحابہ کے لیے میدان میں آنا پڑھتا ہے ورنہ اس کے لکھنے پڑھنے پڑھانے کی ضرورت نہیں تھی مماتی حضرات عدم سماع کا نظریہ رکھتے ہوئے قائلین سماع پر گمراہی کے فتوؤں کی بوچھاڑ کرتے ہیں ان کا یہ طرز و انداز قابل مذمت اور قابل گرفت ہونے کے ساتھ ساتھ قابل تردید ہے اس طرح کرنے سے یہ حضرات شعوری یا لاشعوری طور پر خود گمراہی کی گہری کھائی میں گرتے جا رہے ہیں۔

مماتیوں کی عبارات:

مولانا عنایت اللہ شاہ گجراتی صاحب کے افادات جو شاہ صاحب کے بیٹے سید ضیاء اللہ شاہ صاحب نے شائع کروائے ہیں۔

(1): عنایت اللہ شاہ صاحب سماع موتی کے بارے میں کہتے ہیں

"میرے نزدیک شرک کی پہلی سیڑھی ہے اور اسی عقیدہ کو ترقی دے کر انسان مشرک بن جاتا ہے۔"

(افادات بخاری۔ج،1،ص،69)

(2): مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ اور ان کے دوسرے تلامذہ کی طرح وہ سماع موتی کے عقیدے کو شرک تو نہ سمجھتے تھے مگر شرک کا چور دروازہ ضرور سمجھتے تھے۔ کیونکہ شرکیہ عقائد کی تمام جڑیں اسی سے پھوٹتی ہیں کہ، مردہ سنتا ہے"

(مقالات نیلوی، ج،1،ص،122)

(3): مولانا شہاب الدین خالدی صاحب لکھتے ہیں:

"مردہ کسی حالت میں بھی جواب نہیں دیتا تو ثابت ہوا کہ مردہ نہیں سنتا برابر ہے کہ وہ مردہ قبر کے اندر مدفون ہو یا قبر کے باہر ہو غسل کے تختے پر ہو یا چارپائی پر ابھی ابھی فوت ہوا یا دیر پہلے بہر حال نہیں سنتا۔ (عقیدۃ الامت، ص،68) خالدی صاحب کی دوسری عبارت ہے کہ شرک کا دروازہ اسی سے کھلتا ہے کہ مردہ سنتا ہے۔"

(عقیدۃ الامت، 137)

(4): مولانا خان بادشاہ صاحب لکھتے ہیں:

"یہ مبتدعین میت کے سننے کے بھی قائل ہیں ان کے علم اور قدرت کے بھی قائل ہیں۔"

(البرھان الجلی علی بھتان سر دار جی، ص، 135)

(5): مولانا عطاء اللہ بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"سماع موتی کا عقیدہ شرک کے مکان کا چور دروازہ ہے۔"

(شرک کیا ہے، ص، 11)

(6): دوسری عبارت یہ ہے

"جو سماع موتی کے عقیدے کا پرچار کر کے مشرکین کے بلا اجرت وکیل بنے ہوئے ہیں۔"

(شرک کیا ہے، ص، 12)

ان تمام عبارات میں سماع موتی کو شرک کہا گیا شروع میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ فتوی سب سے پہلے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر لگتا ہے مجبوراً دفاع صحابہ کے لیے میدان میں آنا پڑتا ہے۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ، تفسیر جواھر القرآن صفحہ 902 پر لکھتے ہیں۔

"سماع موتی کا مسئلہ زمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ یہ مسئلہ اعتقادات ضروریہ میں سے نہیں جن کی نفی یا اثبات پر کفر و اسلام کا مدار ہے بلکہ یہ ایک علمی اور تحقیقی بحث ہے۔ جس میں بحث و تمحیص اور نظر و تحقیق کی گنجائش ہے۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے علماء کے درمیان اس مسئلہ میں ہمیشہ دو رائیں رہی ہیں۔ کچھ علماء کرام کی یہ رائے رہی ہے کہ مردے سنتے ہیں جبکہ دوسرے علماء نے اپنی تحقیق کی بنا پر سماع موتی کی نفی کی ہے۔ علماء کرام کی ان دونوں جماعتوں کے پاس دلائل ہیں جن پر انہوں نے اپنی اپنی رائے اور تحقیق کی بنیادیں استوار کی ہیں جو علماء سماع موتی کی نفی کرتے ہیں ان کا استدلال ظواہر قرآن اور احادیث صحیحہ سے ہے۔ جبکہ قائلین سماع بھی صحیح حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔

بعینہ یہی عبارت اقامۃ البرھان میں نقل کی گئی ہے۔ (اقامۃ البرھان، ص، 67)

رئیس المفسرین مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ اپنی کتاب میں باب قائم کرتے ہیں۔باب المیت یسمع قرع نعالھم، ان حضرات پر بھی مشرک ہونے کا فتوی لگے گا یا نہیں۔؟

استشفاع عند القبر:

اہل السنت والجماعت کے نزدیک نبی کریم ﷺ، کی قبر مبارک پر جا کر آپ ﷺ، سے شفاعت کی درخواست کرنا جائز ہے۔ مماتیوں کے نزدیک استشفاع عند القبر بدعت قبیحہ اور شرک ہے انہوں نے اسے ممنوع قرار دیا ہے۔

(1): مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"جتنی کتابوں میں یہ مسئلہ قبر پر حضور ﷺ، سے دعا استغفار، استشفاع، کا جو معتبر کتب میں لکھا جا چکا ہے۔وہ باغیوں کا لکھا ہوا ہے اور بس۔ یہ مسئلہ نہ ابن ہمام نے لکھا اور نہ کسی اور فقیہ عالم نے بعد میں باغیوں نے چسپیاں لگائیں۔"

(نداء حق، ج،2، ص،224،)

نیلوی صاحب ان باغیوں کے بارے میں بھی بتاتے کہ ان کا باغیوں سے مراد کیا ہے۔سب اہل السنت والجماعت ان کے نزدیک باغی ہیں حالانکہ یہ خود اہلسنت کے عقائد و نظریات کے باغی ہیں۔

(2): سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں:

"استشفاع عند القبر تعامل امت کیخلاف ہے تعامل امت چونکہ اجماع کی ایک نہایت ہی اعلی قسم ہے۔اس کے بدعت اور گمراہی ہونے میں بھی شک نہیں۔"

(اقامۃ البرھان، ص،309)

(3): سجاد بخاری صاحب لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ، کے مزار مبارک سے استشفاع اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور تعامل سلف اور تعامل جمہور اہلسنت کے سراسر خلاف اور بدعت سیئہ ہے۔"

(اقامۃ البرھان، ص،312)

(4): مولانا شیر محمد صاحب لکھتے ہیں:

”استشفاع کے متعلق مجلس مقننہ اشاعت التوحید والسنت پاکستان کا فیصلہ ہماری جماعت کے نزدیک کسی پیغمبر یا ولی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ میرے لئے دعا کریں بدعت قبیحہ مسیحدثہ اور ذریعہ شرک ہے۔ مماتیوں کے بڑوں کے دستخط ہوئے ہیں جن میں سے عنایت اللہ، احقر محمد طاہر عفا اللہ عنہ، سجاد بخاری، عارف طاہری، احقر عبد اللہ غفر لہ، بدیع الزمان، فضل حق، احسان الحق عفا اللہ عنہ، سمیع الحق، ضیاء الحق، محمد حسین، عصمت اللہ“

(آئینہ تسکین الصدور، ص، 199)

(5): مولانا شہاب الدین خالدی صاحب لکھتے ہیں:

”جب استشفاع بدعت اور ممنوع ہے تو دوسرے کا قبر والے کو سلام پہنچانا اس سے بھی زیادہ ممنوع اور بدعت ہے اور سلف صالحین میں سے یہ قبر والے کو دوسرے کے سلام پہنچانے والی بدعت بھی کسی صحابی رضی اللہ عنہ، کسی تابعی اور کسی امام سے مروی نہیں یہ سلام پہنچانے والی بدعت تو پاکستان میں ایجاد ہوئی ہے پہلے تو اسکی کسی کو خبر تک نہیں تھی قبر والے سے استشفاع یعنی دعا کیلئے کہنا اور کسی کا سلام قبر والے کو پہنچانا کیوں بدعت اور ممنوع ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبر میں تو جسم بے روح ہے نہ سنتا ہے اور نہ ہی دعا و غیرہ کچھ کر سکتا ہے۔“

(عقائد علماء اسلام، ص، 681)

عرض اعمال اہل السنت والجماعت احناف دیوبند کے نزدیک:

نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، پر امت کے اعمال اجمالی طور پیش ہوتے ہیں۔

مماتیوں کے نزدیک عرض اعمال:

(1): مولانا سید عبد المقدس صاحب لکھتے ہیں:

”شیعوں کا مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام پر عمل پیش ہوتے ہیں۔“

(تحقیق الحق فی بیان مکائد اظہار الحق، ص، 309)

(2): مولانا شہاب الدین خالدی صاحب لکھتے ہیں:

”حقیقت بہر حال حقیقت ہے: حقیقت یہ ہی ہے کہ عرض اعمال کا مسلک شیعہ حضرات کا ہی ایجاد کردہ ہے انکے ہمنوا حضرات نے کچھ روایات میں ردوبدل کر کے اللہ کے پاک پیغمبر ﷺ، کے کھاتہ میں ڈال دیا اور کوئی خیال نہ کیا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔“

(عقائد علماء اسلام، ص،650)

اہلسنت والجماعت جس عرض اعمال کے قائل ہیں۔ اس میں اور شیعہ کے عرض اعمال میں فرق ہے۔ اہلسنت والجماعت اجمالی عرض اعمال کے قائل ہیں اور شیعہ حضرات تفصیلی عرض اعمال کے قائل ہیں۔ مماتیوں نے یہاں بھی حسب سابق اپنی روایات کو بر قرار رکھتے ہوئے اہلسنت پر الزام تراشی کی کہ آپ کا نظریہ شیعہ والا ہے حالانکہ اس میں کوئی صداقت نہیں ہے۔

مماتیوں کے نزدیک صرف روح نبی ہے

(1): مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

”یہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے رسالت اور نبوت دراصل روح کی صفت ہے (نہ جسد عنصری مع الروح ہے کی) اور موت کا روح کے ساتھ کوئی کچھ تعلق نہیں یعنی روح نہیں مرتی ۔لہذا رسالت و نبوت بھی بقائے روح کی وجہ سے اپنے حال پر حقیقی طور پر قائم ہیں۔“

(نداء حق، ج،1، ص،508)

نیلوی صاحب نبوت ورسالت روح کی صفت قرار دے رہے ہیں اور جسد عنصری سے نفی کر رہے ہیں صرف روح کو قرار دے رہے ہیں روح تو مرتی نہیں ہے لہذا مماتی آپ ﷺ، کی دنیوی موت کے منکر ہوئے۔ میرا ایک سوال ذریت مماتیت سے ہے کہ نبی اور رسول صرف روح کو ماننے سے قرآن کریم کی بہت ساری آیات کا انکار لازم آتا ہے۔ جن میں نبی اور رسول کا خطاب آپ ﷺ، کی ذات بابرکات روح مع الجسد کو کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سارے سوالات آپ کے عقیدے پر اٹھتے ہیں۔

نیلوی صاحب دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

”انبیاء وہیں دفن ہوتے ہیں جہاں ان کے ارواح کو قبض کیا جاتا ہے۔“

(نداء حق، ج1، ص،29)“

بغور مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کیسے حواس باختگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ ایک جگہ پر لکھتے ہیں کہ نبوت ورسالت صرف روح کی صفت ہے جسد عنصری کا انکار کر رہے ہیں اور اس عبارت میں روح کے بارے میں کہتے ہیں کہ ارواح کو قبض کیا جاتا ہے یہاں پر موت ثابت کر رہے ہیں اور جسد عنصری کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ انبیاء وہیں دفن ہوتے ہیں تو ان کے نزدیک نبوت ورسالت صرف روح کا نام تھا اب کس کی تدفین کی بات ہو رہی ہے ان کے نزدیک ارواح کو تو قبض کر لیا جاتا ہے جو ان کے نزدیک نبی ہے تدفین تو جسم کی ہوتی ہے نا کہ روح کی۔

انسان کس چیز کا نام ہے۔

(1) مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"در حقیقت انسان بھی ارواح ہی کا نام ہے۔"

(نداء حق، ج، 1، ص، 274)

(2): دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"صاحب تسکین سے یہ بات بھی مخفی نہ ہوگی کہ انسان اس گوشت پوشت، ہڈیوں، پھٹوں، خون وغیرہ کا نام نہیں ہے اور نہ اس ڈھانچہ کا نام ہے جو ہمیں نظر آتا ہے۔"

(نداء حق، ج، 1، ص، 274)

اس کا اندازہ آپ خود لگالیں کہ ان کے نزدیک انسان کس چیز کا نام ہے حالانکہ انسان دو چیزوں کا نام ہے روح اور جسم دونوں کے اشتراک سے انسان بنتا ہے۔

مماتیوں کی گستاخانہ عبارات:

مولانا سید ضیاء اللہ شاہ صاحب کے ملفوظات میں ہے لکھتا ہے

"نعوذ باللہ مرغی انڈے دیتی ہے تو اللہ کا نبی کیوں انڈے نہیں دیتا؟"

(افادات بخاری، ج، 2، ص، 61)

یہ عبارت نبی کی گستاخی پر مبنی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، کے لیے کیا الفاظ استعمال کیے یہ لوگ جب لکھتے یا بولتے ہیں تو پھر ادب واحترام کا دامن تھامنے کے بجائے گستاخی پر اتر آتے ہیں۔

(2): ایک جگہ لکھتے ہیں:

"جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رسول اللہ کی بلندیوں تک نہ پہنچا تھا۔ وہ زمانہ تھا لو گو وہ زمانہ وَوَجدَکَ ضالًا یہ خود مجھے ڈھونڈتا پھرتا تھا، خود مجھے ڈھونڈتا پھرتا تھا، اسے پتہ نہیں چلتا تھا کہ میرا خدا کہاں رہتا ہے؟ اسے پتا نہیں چلتا تھا میرا پالنہار کون ہے؟ اسے پتہ نہیں چلتا تھا مجھے دانے دینے والا کون ہے؟"

(افادات بخاری، ج،2، ص،85)

(3): مزید لکھتے ہیں:

"میں اندر جا کر اپنے اللہ کو ڈھونڈ لوں، یوں ڈھونڈتے پھرتے تھے کنجی والے سے ایک دن کہا ذرا کھولو اس کو (جب رسالت کا زمانہ شروع ہو گیا تھا) کھولو اسے، میں بیت اللہ کے اندر اللہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ کنجی بردار نے کہا چل چل تجھ جیسے گستاخ کو میں بھلا اندر گھسنے دیتا ہوں، تجھے کون کنجیاں دیتا ہے ذرا اپنا آپ تو دیکھ؟"

(افادات بخاری، ج،2، ص،86)

(4):

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"جب ضال تھا اس وقت کتاب اسکے پاس نہیں تھی۔ جب یتیم تھا اس وقت اسکے پاس کتاب نہیں تھی. جب تلاش کر رہا تھا اس وقت کتاب اسکے پاس نہیں تھی، جب کتاب سینے پر نازل ہو گئی ی تو کل کا ضال آج ساری کائنات کا راہنما بن گیا ہے۔"

(افادات بخاری، ج،2، ص،309)

نبی ﷺ کی شان اقدس کے حوالے سے مماتیوں کی گستاخانہ عبارات آپ نے ملاحظہ فرمائیں اب آپ خود فیصلہ کریں۔ اس لیے مماتیوں میں گستاخ زیادہ ہوتے ہیں نبی ﷺ، کے بارے میں ان کا یہ نظریہ ہے بڑوں کا یہ حال ہے تو ان کے چھوٹوں کا کیا کہنے، الامان والحفیظ۔

(5): ایک جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے متعلق لکھتا ہے:

"لیکن قوم کہتی ہے: فَاذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ اقتدار کی بات ہے تو بتاؤ، کوئی حلوہ کھانے کی بات ہے تو بتاؤ کرسی کی بات ہے تو بتاؤ...ایک فقرہ کہنے لگا ہوں توجہ سے سنیے گا کہنے لگے بٹیرے کھانے کی بات ہے تو ہمیں بتاؤ، موسیقی اور کنجر خانے کی بات ہے تو کر،"

(افادات بخاری، ج2، ص،130،129)

موسیقی کنجر خانہ، حلوہ، بٹیرے یہ شیخ القرآن، مفسر قرآن کی تفسیر ہے مماتی کی تفسیر یہی ہوتی ہے۔ اپنی من مانی تفسیر کر کے جمہور سے ہٹ کر کے اپنا الگ موقف اختیار کرنا مماتیت ہے۔

(6): ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"نعوذ باللہ اللہ تعالی نے فرمایا: کہ یہ مولوی جھوٹ کہتے ہیں۔"

(افادات بخاری، ص،153)

اس عبارت میں اللہ تعالی کی طرف جھوٹ منسوب کر رہا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں نظریہ:

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنی سالہا سال کی جدوجہد کے باوجود کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کر سکے۔"

(مجموعہ رسائل نیلوی، ج،8، ص،57)

حضرات انبیاء اپنی جدوجہد میں ناکام نہیں ہوتے بلکہ انبیاء علیہم السلام کامیاب انسان ہوتے ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں معصوم کا معنی کہ اللہ تعالی ان سے گناہ ہونے نہیں دیتے گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نعوذ باللہ ناکام انسانوں میں شمار کر رہا ہے۔

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں گستاخانہ عبارات:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق مولانا محمد حسین نیلوی کا نظریہ:

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر آپ نے یزید کی بیعت نہیں کی تو معاذ اللہ آپ جاہلیت کی موت مرے۔ لیکن آپ کی موت تو شہادت کی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کی گردن میں بیعت تھی۔ اگرچہ مئورخین نے اس کا ذکر اپنی کتب تاریخ میں نہیں کیا۔"

(مجموعہ رسائل نیلوی، ج،8، ص،156)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لیے کیا الفاظ استعمال کیے نعوذ باللہ کہ جاہلیت کے موت مرے، نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنرل ضیاء الحق ہی اچھا رہا کہ جب بھی اسے کوئی مہم پیش آئی تو سیدھا مکہ شریف جا پہنچتا اللہ تعالی سے رو رو کر دعائیں کرتا۔"

(مجموعہ رسائل نیلوی، ج،8، ص،148)

اس عبارت میں بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی گئی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں نظریہ:

نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"حالانکہ حضرت حسن بن علی نے اپنی خاندانی خلافت کو دارالحکومت کوفہ میں عوامی خزانہ سے 2 کروڑ درہم نقد اور گیارہ لاکھ درہم سالانہ وظیفہ کے عوض ربیع الاول / 40ہجری، میں حضرت معاویہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔"

(مجموعہ رسائل نیلوی، ج،8، ص،210)

اس عبات میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی گستاخی کی گئی نعوذ باللہ کہ انہوں نے مال کے لیے خلافت کو بیچ دیا تھا۔ المرء يقيس على نفسه یہ خود دنیا کے پجاری مال کے حوس میں یہ نہیں دیکھتے کہ ان کے قلم سے کس کی ذات مجروح ہو رہی ہے یہ ان کا خبث باطن ہے حضرات حسنین کریمین کی ذات اقدس پر دنیا کے سارے غوث، قطب، ابدال، ولی، قربان ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کی تربیت امام الانبیاء تاجدار مدینہ حضرت محمد ﷺ، نے خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے، شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ، نے فرمائی ہے ان پر یہ ناعاقبت

اندیش انگلی اٹھاتے ہیں ان کی کیا اوقات کہ جنت کے شہزادوں کے بارے میں اس طرح زبان درازی کریں۔
نیلوی صاحب یزید کے وکیل صفائی بنے ہوئے ہیں لکھتے ہیں: کہ

"اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یزید نہ بے نماز تھا اور نہ شرابی تھا کیونکہ اگر یزید بے نماز ہوتا تو صحابہ کرام جو بیعت کر چکے تھے وہ بیعت توڑ دیتے۔"

(مجموعہ رسائل نیلوی، ج،8، ص،154)

اس عبارت میں صحابہ کرام پر اعتراض کر رہا ہے اور یزید کی وکالت کر رہا ہے۔ تاریخ خلیفہ بن خیاط میں ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رضا ور غبت والی نہیں تھی بلکہ امت مسلمہ کو خونریزی سے بچانے کے لیے بادل نخواستہ تھی۔ ہم حسینی ہیں ہم یزیدی نہیں ہیں اللہ تعالی قیامت کے دن ہمیں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ کھڑا فرمائے اور ان کو یزید کے ساتھ۔

احادیث سے متعلق عبارات:

(1): افادات بخاری میں لکھا ہے:

"جس حدیث کے سب راوی ثقہ ہوں ہی یہ عن، عدل عن عدل، ضبط عن ضبط۔ یہاں تک کہ وہ روایت قرآن کی کسی آیت کے خلاف اس کا مضمون ہو تو قرآن کو اپنے ظاہر پر رہنے دینا اور ممکن ہو تو حدیث کے معنی کی کوئی ایسی تاویل کرنا جس سے حدیث کا معلوم اور معانی کے عین مطابق ہو لیکن اگر کافی سوچ بچار کے باوجود حدیث کا کوئی ایسا معنی نہ بن سکے جو قرآنی تعلیمات سے مطابقت رکھتا ہو تو اس صحیح حدیث کو بھی چھوڑ دینا کیونکہ قرآن کریم کے ظاہر کے خلاف کسی حدیث کو صحیح تسلیم کرنے سے نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر بہتان آتا ہے کہ آپ ﷺ، قرآن کریم کے خلاف رائے رکھتے ہیں۔ (معاذ اللہ)"

(افادات بخاری، ص، 221)

حدیث کی کتاب مسند احمد کے بارے میں نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"پھر ابو بکر قطیعی نے کئی اضافے کیے جس سے کتاب کا حجم بڑھ گیا اور اہمیت گھٹ گئی اس میں کئی حدیثیں ضعیف ہیں اور کئی منکر۔ لہذا وہ مستند نہ رہی۔"

(مجموعہ رسائل نیلوی، ج،8، ص،216)

منکرین حدیث کا طرز بھی یہی ہے وہ اسی انداز سے حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ اس لیے تو مماتی جب اپنی گمراہی میں ترقی کرتا ہے تو منکر حدیث بن جاتا ہے جیسے کہ ان ہی میں اسی طرز پر احمد سعید ملتانی، کی تخم ریزی کی گئی پھر یہ سلسلہ چلتا رہا جو مفتی منیر شاکر، مولوی خضر حیات، مولوی عطاء اللہ بندیالوی کی شکل میں سامنے آیا، یہ ایک ہی کشتی کے مسافر ہیں۔ یہ لوگ خود بھی اور اپنے متبعین کو بھی اسی ڈگر پر چلا رہے ہیں۔

مولانا محمد حسین نیلوی صاحب لکھتے ہیں:

"صحابی کا قول حجت نہیں"

(نداء حق ج،1، ص،19)

غیر مقلدین کا نظریہ اختیار کیا ان کے نزدیک بھی صحابی کا قول حجت نہیں انہوں نے بھی وہی روش اختیار کی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی اہمیت مقام و مرتبہ حیثیت کو کم کرنے کے لیے صحابی کا قول اہل السنت والجماعت کے نزدیک حجت ہے۔

محترم حذیفہ راحکوٹی صاحب

بزرگوں کا مختلف مقامات پر نظر آنا اور مدد کرنا

سوال: ہمارے بزرگوں کی کتابوں میں بے شمار ایسے واقعات ہیں جن میں اس طرح کا مضمون ہوتا ہے کہ:

"کوئی شخص کسی مصیبت میں پھنسا ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا کوئی اللہ کا ولی اس وقت میں مدد کیلئے پہنچ جاتا ہے اور اس کو اس مصیبت سے نکال دیتا ہے حالانکہ وہ بزرگ یا تو وہاں پہلے سے موجود نہیں ہوتے یا اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہوتے ہیں"

اس قسم کے واقعات سے بدعتی حضرات دلیل پکڑتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اور آپ کی امت کے اولیاء مافوق الاسباب معاملات میں مدد کرنے پر قادر ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے ایسی کسی مصیبت میں دور سے انہیں مدد کیلئے پکارنا بھی جائز اور درست ہے جبکہ تم لوگ اسے "شرک" کہتے ہو؟

الجواب بعون الملک الوھاب: حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"یہاں ایک نکتہ ہے جس کو ذہن نشین کرنا نہایت ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ جس طرح نفس ولایت حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے اس کے خوارق نقل کرتے ہیں حالانکہ اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی، اور وہ اولیاء جو صاحب علم و کشف ہیں، ہو سکتا ہے کہ ان کو بھی اپنے بعض خوارق پر اطلاع حاصل نہ ہو بلکہ ان کی صوُر امثالیہ (مثالی صورتوں) کو (کارکنان قضاء و قدر) متعدد مقامات پر ظاہر کر دیں اور دور دراز مقامات پر عجیب و غریب امور ان صورتوں سے ظہور میں لائیں جن کی ان صاحب صورت (اولیاء کو) ہرگز اطلاع نہ ہو.... حضرت مخدومی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ) قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ عجیب معاملہ ہے کہ لوگ اطراف و جوانب سے (میرے پاس) آتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے (بلکہ) ہم نے آپ کے ساتھ مل کر حج کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا تھا اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں

حالانکہ میں اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے، کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں"

("مکتوبات مجدد الف ثانی"، دفتر اول، مکتوب: 216، جلد: 2، ص: 100،99، مترجم: حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اس طرح کے جو معاملات واقع ہوتے ہیں وہ دراصل "کرامات" کی قبیل سے ہوتے ہیں اور اللہ تعالی بعض اوقات انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی اور بعض اوقات کسی ولی کی مثالی صورت کو دور دراز مقامات پر متمثل فرما کر ان سے عجیب وغریب امور ظہور میں لے آتے دراں حالیکہ اس نبی یا ولی کو اس کی اطلاع بھی نہیں ہوتی کہ اس کی مثالی صورت نے کیا کام انجام دیا ہے، گویا یہ خالص اللہ رب العزت کی طرف سے ہوتا ہے جس میں نبی یا ولی کو بالکل بھی اختیار نہیں ہوتا، جب بات اسی طرح ہے تو یہ تمام واقعات کرامات کی قبیل سے ہوئے، جو اللہ رب العزت کا فعل ہے اور جب یہ اللہ رب العزت کا فعل ہے تو اللہ رب العزت اس پر قادر ہے کہ جس طرح چاہے اپنے مصیبت زدہ بندے کی مدد کرے یا اس نبی یا ولی کی مثالی صورت سے خوارق کو ظاہر کر کے اس کی عظمت کو ظاہر کرے لہذا ان واقعات سے نبی یا ولی کے علم غیب پر استدلال کرنا یا مافوق الاسباب معاملات میں اس کی قدرت اور دور سے اسے پکارنے کے جواز پر استدلال کرنا بالکل لغو وباطل ہے، هذا هو الحق والحق احق ان يتبع۔

طاہر گل دیوبندی (قسط:۲)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ اور مسئلہ حیات فی القبور

قسط اول میں ہم نے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی تقریباً سات ﴿۷﴾ عبارتیں پیش کی تھیں جس میں صراحت کے ساتھ قبر میں حیات اور اعادہ روح کا ذکر تھا۔ اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہیں۔ حضرتؒ نے اپنی کتاب "علم الکلام" میں تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کو لکھا ہے اور متعدد آیات کریمہ سے عذاب قبر کو ثابت کیا ہے۔

عبارت نمبر۸:

حضرتؒ نے صفحہ ۳۴۵ پر عنوان قائم کیا ہے "سوال نکیرین"۔ اس کے نیچے لکھتے ہیں:

"صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب مردے کو قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی واپس ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اس کے بعد اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھلا کر یہ سوال کرتے ہیں کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتا تھا۔ الخ"

(علم الکلام صفحہ ۳۴۵)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوال اسی جسم عنصری مع الروح سے ہوتا ہے (کیونکہ سوال وجواب کے لئے روح جسم عنصری میں لوٹائی جاتی ہے جیسے کہ پچھلی قسط میں ہم نے حضرت کی عبارتیں پیش کی ہیں) جسے دنیا والے لوگ قبر میں رکھتے ہیں اور اسی میت کو زندوں کی جوتوں کی آواز سنائی دیتی ہے اور فرشتے بھی اسی میت کو قبر میں سوال کے لئے بٹھاتے ہیں۔

عبارت نمبر۹:

اسی عنوان (سوال نکیرین) کے نیچے حضرت رحمہ اللہ نے بعض احادیث کو نقل کیا ہے کہ جس میں سوال وجواب کے بعد مومن کے جنت کے فرش بچھانے اور اسے جنتی لباس پہنانے کا ذکر ہے۔ اسی طرح کافر کے لئے جہنمی فرش بچھانے اور جہنمی لباس پہنانے کا ذکر ہے اور قبر میں اس پر اژدھے مسلط ہونے کا ذکر ہے۔ اس کے بعد حضرتؒ "ایک شبہ اور اس کا جواب" کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”شبہ ہے کہ ہم بسا اوقات قبر کو کھول کر دیکھتے ہیں نہ وہاں کوئی سانپ اور بچھو نظر آتے ہیں نہ کوئی لباس اور فرش دکھائی دیتا ہے“

(علم الکلام صفحہ ۳۴۶)

اس شبہ کے جواب میں حضرتؒ یہ نہیں فرماتے کہ اس قبر میں (جسے ہم کھول کر دیکھتے ہیں) یہ سب ہوتا ہی نہیں تو دکھائی کیسے دیں گے بلکہ یہ سب تو علیین و سجین میں ہوتا ہے۔ بلکہ حضرتؒ جواب میں فرماتے ہیں:

”جواب یہ ہے کہ عالم غیب اور عالم برزخ کی چیزوں کا مشاہدہ اور معائنہ کے لئے عالم شہادت اور عالم دنیا کی آنکھیں کافی نہیں۔ مرتے وقت فرشتے آسمان سے اترتے ہیں فقط مرنے والا انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ بعض مرتبہ فرشتوں کے سوال کا جواب بھی دیتا ہے اور روح کے لپیٹنے کے لئے فرشتے جو کفن لے کر آتے ہیں ان کو بھی دیکھتا ہے۔ چونکہ یہ شخص عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف جارہا ہے اس لئے فقط یہ شخص عالم آخرت کی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ باقی حاضرین میں سے کوئی نہیں دیکھتا۔ اسی طرح قبر کے لباس اور فرش وغیرہ کو سمجھو کہ وہ عالم غیب اور عالم برزخ کا لباس اور فرش ہے۔ عالم غیب کی چیزیں ہیں۔ جہاں عقل کی رسائی نہیں جن کو حق جل وعلا نے ملکوت السموٰت والارض کا مشاہدہ کرادیا ہے۔ سوائے ان کے اتباع کے کوئی چارہ نہیں“

(علم الکلام صفحہ ۳۴۶،۳۴۷)

اس عبارت میں غور کرنے سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ سوال وجواب اور عذاب وثواب اسی قبر میں ثابت مانتے ہیں۔ لیکن چونکہ ان چیزوں کا تعلق عالم غیب اور عالم برزخ سے ہے اسی لئے عالم دنیا میں ہم ان کا مشاہدہ نہیں کرسکتے۔ اور یہ خلاف عقل بالکل نہیں ہے چنانچہ حضرتؒ آگے لکھتے ہیں:

”عالم غیب کی کوئی شئے حاشا وکلا ذرہ برابر خلاف عقل نہیں۔ خلاف عقل ہونا جب متصور ہوسکتا ہے کہ جب وہاں عقل کی رسائی ممکن ہو لیکن جس جگہ عقل کی رسائی ممکن نہ ہو وہاں یہ حکم لگا دینا کہ یہ شئے خلاف عقل ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ خلاف عقل ہونا اور شئے ہے اور عقل کا نہ پہنچنا اور شئے ہے۔ ہاں عقل کی نارسائی کی وجہ سے کسی شئے کا انکار کردینا سراسر خلاف عقل ہے“

(جاری)

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1)اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2)علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3)تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱:امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲:قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳:حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴:بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵:شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4)مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5)ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6)مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

https://archive.org/details/@tahirguldeobandi15258